# قرآن وسنت کی بالا دستی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس کا امیر ایک صاحب کو بنایا۔ امیر لشکر نے آگ روشن کرائی، پھر لشکریوں سے کہا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ اس پر بعض لوگوں نے (اطاعتِ امیر کے حکم کی وجہ سے) اس میں داخل ہونا چاہا مگر کچھ کہنے لگے: ہم (جہنم کی) آگ ہی سے بھاگ کر (اسلام میں) آئے ہیں (اس لیے ہم آگ میں نہیں کودیں گے۔) یہ معاملہ نبی علیہ السلام کے سامنے اٹھایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے فرمایا جنھوں نے آگ میں کودنے کا ارادہ کیا تھا:

''اگر وہ آگ میں (بہ حکمِ امیر) داخل ہو جاتے تو قیامت تک اسی میں (جلتے) رہتے۔'' پھر دوسروں سے مخاطب ہوئے کہ معصیت اور نافرمانی کے کاموں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ اطاعت وفرماں برداری صرف نیک کاموں میں ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۲۵۷)

## مسلمانوں کا قومی مرکز......خلیفہ

اسلام فی الحقیقت سنت اللہ اور فطرت اللہ ہی کا دوسرا نام ہے اگر نوع انسانی کی سعادت وارتقا کے لیے قانون اسلام اسی فاطر السماوات والارض کا بنایا ہوا ہے جس نے تمام کائنات کے لیے قانون حیات بنایا تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہ ہو بلکہ پہلا قانون پچھلے قانون عام کا ایک ایسا قدرتی جز نظر آئے جیسے زنجیر کی ایک کڑی۔ پس اسلام کا نظام شرعی بھی ٹھیک ٹھیک اسی قانون مرکزیت پر قائم ہوا۔ قرآن نے یہ حقیقت جابجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام واشیاء کی زندگی اپنے اپنے مرکزوں سے وابستہ ہے، اسی طرح نوع انسانی اور اس کی جماعت و اَفراد کی جسمانی ومعنوی بقا بھی قانون مرکزیت پر موقوف ہے۔ جس طرح ستاروں کی زندگی اور حرکت کا مرکز ومحور سورج کا وجود ہے اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیاء کرام کا وجود ہے۔ پس ان کی اطاعت وانقیاد بقاء وحیات کے لیے ناگزیر ٹھہری: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾[النساء: ٦٤] ''دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔'' اور اسی لیے فرمایا:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾[النساء: ٦٥] اور: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[الاحزاب: ٢١]

پھر قوم وملت کے بقا کے لیے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیے۔ اعتقاد میں اصلی مرکز عقیدۂ توحید کو ٹھہرایا جس کے گرد تمام عقائد کا دائرہ قائم ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾[النساء: ٤٨]

عبادات میں نماز کو مرکز عمل ٹھہرایا جس کے ترک کر دینے کے بعد تمام دائرہ اعمال منہدم ہو جاتا ہے:

''فمن اقامها فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين . '' اور اسی لیے یہ بات ہوئی کہ ''كان اصحاب رسول الله ﷺ لايرون شيئا من الاعمال تركه كفر غير الصلاة . ''(ترمذی) یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کر دینے کو کفر نہیں سمجھتے تھے مگر نماز کے ترک کو۔ اسی طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضی مرکز سعادت وادی حجاز کا کعبۃ اللہ قرار پایا:

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾[المائدة: ٩٧]

﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ پر غور کرو اور چونکہ یہ مرکز ٹھہرا اس لیے تمام دائرے کا رخ بھی اسی طرف ہوا۔ خواہ دنیا کی کسی جہت میں مسلمان ہوں لیکن ان کا منہ اسی طرف ہونا چاہیے: ﴿وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ﴾[البقرة: ١٥٠]

پھر جس طرح شخصی واعتقادی اور عملی زندگی کے لیے مراکز قرار پائے، ضروری تھا کہ جماعتی اور ملی زندگی کے لیے بھی ایک مرکزی وجود قرار پاتا۔ لہٰذا وہ مرکز بھی قرار دے دیا گیا۔ تمام اُمت کو اس مرکز کے گرد بطور دائرہ کے ٹھہرایا۔ اس کی معیت، اس کی رفاقت، اس کی اطاعت، اس کی حرکت پر حرکت، اس کے سکون پر سکون، اس کی طلب پر لبیک، اس کی دعوت پر انفاقِ جان ومال ہر مسلمان کے لیے فرض کر دیا گیا ایسا فرض جس کے بغیر وہ جاہلیت کی ظلمت سے نکل کر اسلامی زندگی کی روشنی میں نہیں آ سکتا۔ اسلام کی اصطلاح میں اسی قومی مرکز کا نام ''خلیفہ'' اور امام ہے اور جب تک یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے، یعنی کتاب وسنت کے مطابق اس کا حکم ہے، ہر مسلمان پر اس کی اطاعت واعانت اسی طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اس کے رسول کی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝﴾[النساء: ٥٩]

''مسلمانو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تم میں جو اولی الامر ہو اس کی۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تم مختلف ہو جاؤ تو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹو اور اس کے فیصلہ پر متفق ہو جاؤ......الخ۔'' (مولانا ابوالکلام آزاد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

27 ربیع الثانی 1435ھ جمعۃ المبارک 28 فروری تا 06 مارچ 2014ء

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

# ہفت روزہ الاعتصام

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 09 جلد 66






| | | |
|---|---|---|
| خط کتابت کے لیے | : | ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور |
| کرنٹ اکاؤنٹ نمبر | : | ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور |
| فون نمبر | : | 042-3735 4406 |
| فیکس نمبر | : | 042-37229802 |
| رجسٹرڈ نمبر | : | CPL : 12 |

E-Mail: al.aitisam@gmail.com


بدل اشتراک

| | | |
|---|---|---|
| فی پرچہ | : | -/12 روپے |
| سالانہ | : | -/500 روپے |
| بیرونی ممالک سے | : | -/200 ریال<br>-/60 ڈالر امریکی |

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

# طرۂ امتیاز

حافظ احمد شاکر

حکومت ، طالبان مذاکرات شروع تو بے شک ہو چکے ہیں لیکن ان مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والی قوتیں فریقین کی حکمت عملی سے زیادہ مؤثر تخریبی حکمت کا اور زیادہ رفتار کے ساتھ اس کو ناکام بنانے میں کوشاں ہیں، جو وطن عزیز میں امن کی خواہش مند حکومت کے حکمت کاروں اور پالیسی سازوں کے لیے ایک کڑا امتحان اور کانٹوں بھرا دشوار گزار راستہ ہے۔ کیوں کہ ہم ظاہر بیں امن کے لیے کوشاں حکومت کو مذاکرات کے لیے مخلص جانتے ہیں۔ مذاکرات شروع ہونے کے بعد بم دھماکوں، خود کش حملوں اور دہشت گرد کارروائیوں کا جو تسلسل اب تک جاری ہے ہمارے جیسوں بے خبروں کے لیے جب یہ غیر متوقع نہیں تھا کہ ملک دشمن طاقتوں سے اسی طرح کی تخریب و دہشت گردی کا یقین کی حد تک گمان تھا، تو باخبر حکومت کو اس مفسدانہ ردعمل کا امکان کیوں نہ ہوگا، تاہم یہ کوئی نکتہ آفرینی یا دور کی کوڑی نہیں جو اعیانِ حکمت سے بلند فکری ہو کہ اوائل عمری میں انسان کو جو ماحول میسر آجائے یا جس معاشرت میں اس کی ذہنی تشکیل ہو جائے اس کے اثرات دماغ سے نکلنے تو شاید ہی ممکن ہوں لیکن دوسری جانب اصلاح کاروں کے لیے بھی اس کو تبدیل کرنا جاں جوکھوں کا کام ہوتا ہے، پھر جو خیالات مفادات سے منتھی ہو جائیں ان کی درستگی تو ناممکن کی حد تک مشکل ہو جاتی ہے۔ وطن دشمن انقلاب ......اسلامی ہو یا جمہوری...... کے پرفریب نام سے جوان خون کو ورغلاتے، پھنساتے اور بہکاتے ہیں اور سہانے خواب دکھا کر اور...... ہر فرد کے حسب ذوق......لالچ دے کر ان کو استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ اس فتنہ پرور ماحول کے علاوہ اس متاثرہ ذہن کے سامنے کوئی اور دنیا ہی نہیں ہوتی۔ خفیہ ہاتھ ایسے نوجوانوں کو خوش کن مرغوبات کے مرغوبوں میں جکڑے رکھتے ہیں کہ وہ ناپختہ ذہن جس وقت بھی اس مرغولے سے باہر نکل آیا اسی دن ان......ظاہری...... ہمدردوں کی عیاری و مکاری سے وہ آشنا ہو جائیں گے اور اس غیر فطری و غیر اسلامی حصار سے اُن کے باہر آجانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیے اصلاح کاروں سے ہماری درخواست ہے کہ حکومت ملکی استحکام اور حکومتی وجود کا احساس دلاتے ہوئے بے شک جوابِ آں غزل دیتی رہے لیکن مذاکراتی عمل بھی جاری رکھے نیز اگر دہشت گردوں کی وارداتوں سے طالبان انکار کریں تو حکومت ان کو میڈیا کی سہولت دے کر ان کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ عام کر کے ان راست فکر محبّ وطن اور امن پسند طبقے بلکہ عوام کے ذہن کو گدلا ہونے سے بچائے، جس کو لادین میڈیا اغیار کے زہریلے پروپیگنڈے سے مسموم کرنے میں کوشاں ہے۔

وطن عزیز بحمد اللہ ارباب علم و ادب، اور اصحاب خیر و اصلاح کے علاوہ ہر صلاحیت کے افراد خصوصاً علم نفسیات کے ماہرین سے مالا مال ہے، نیّتِ خیر اور صبر و سکون کے ساتھ اس طرح کے معصوم ذہن نوجوانوں کو نام نہاد انقلاب کے حامل دہشت گرد داعیوں کے نرغے سے نکال کر ان کی ذہنی تشخیذ یعنی منفی انداز فکر سے ذہن کو پاک کرنے کی کوشش کریں جوان شاء اللہ حسب اخلاص ضرور کامیاب ہوگی۔ اعیان حکومت کو چاہیے کہ وہ ان......دہشت گردوں میں......محصور نوجوانوں تک رسائی پا کر تربیت کے لیے اپنی اولاد کی طرح ان سے خیر سگالی بلکہ شفقت و محبت کا سلوک کریں کہ ان نوجوانوں کی اکثریت کو معاشی ناہمواری، دین سے محرومی اور علم سے ناآشنائی کی بدولت اس راہ پر ڈال دیا جاتا ہے۔ باقی رہا امن و امان! اس کو حکومت ہر ممکن صورت میں قائم رکھے جس کے لیے حکومت کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، اور ہر پاکستانی کو حکومت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے کہ امن و امان ہی اسلام کا طرۂ امتیاز ہے اور ایسی کوششوں سے ہی حکومتیں مستحکم ہوتی ہیں کیوں کہ بالقوہ حکومت سے برسرپیکار ہونے کی مثال اسلامی تاریخ میں کم از کم ہمارے علم میں نہیں، ان صفحات پر ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ اس موضوع پر علمائے اسلام سے متفقہ فتوے حاصل کرنا ضروری ہے۔

اس موضوع پر سوچتے اور لکھتے ہوئے بعض سوالات طالبان......افراد یا گروہ؟......سے بھی کرنے کا خیال آتا ہے کیوں کہ ہر مسلمان کی طرح ہم بھی نفاذ شریعت چاہتے ہیں لیکن مرور ایام......یعنی زمانہ گزرنے......کی رعائتوں کو ملحوظ رکھنا بھی علم وفقہ اور سلامت فکر کا تقاضا ہے۔

✽......ان میں سے جو حضرات آئین کی بجائے قرآن وسنت کی روشنی میں ہی مذاکرات پر اصرار کرتے ہیں ان سے ان صفحات پر اس سے بھی پہلے درخواست کر چکے ہیں کہ آئین میں قرآن وسنت کو......اگرچہ لفظاً ہی......سپریم لاتسلیم کر لیا گیا ہے۔ ہمارے علم میں بھی یہ بات ہے کہ آئین کی بہت سی شقیں قرآن وسنت کے مخالف ہی نہیں متصادم بھی ہیں۔(مثلاً،شرک،سود،انشورنس،حقوق خواتین کا آرڈیننس،شراب اور جوئے کے سرکاری محاصل) ان حضرات کو حکومت کی مذاکراتی ٹیم سے اس قانون پر عمل درآمد کا اصرار کرنا چاہیے اور تحریری یقین دہانی حاصل کرنی چاہیے لیکن آئین ہی کو غیر اسلامی قرار دینا؟ سمجھ سے بالاتر ہے۔

✽......جو حضرات شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں......حالانکہ ہر پاکستانی مسلمان اس کا خواہش مند ہے......شریعت کا ایک حکم ''اطاعتِ امیر'' یقیناً ان کے علم میں بھی ہوگا۔ اگر ان کے امیر محترم متفقہ ہیں تو پھر ان کے حکم پر جنگ بندی کیوں نہیں کرتے؟ اگر ان حضرات کے گروہ مختلف ہیں تو پھر پہلے یہ حضرات اپنی تنظیم شریعت کے مطابق کریں اور حکومت سے تقاضے اس کے بعد۔ اور حملے جاری رکھنے والے گروہ ان یعنی طالبان کے دائرہ اختیار میں نہیں تو پھر علی الاعلان ان سے براءت کا اظہار کر کے کم از کم خود تو پاکستانی عوام کے سامنے سرخ رو ہو جائیں۔

## ضبط ودانائی سے کام لیں:

تاریخ انسانی میں اسلامی تاریخ کا یہ امتیاز اور مذاہب عالم میں علماء وفقہائے اسلام کی یہ انفرادیت اور خصوصیت رہی کہ فروعی مسائل میں ......ہر امام نے......اپنی رائے کو محتمل الخطاء......یعنی اپنی رائے میں غلطی کے احتمال......اور دوسرے کی فکر کو محتمل الصواب......ان کی رائے کی صحت کا احتمال......کا اُصول ملحوظ رکھا جس کا مثبت نتیجہ یہ نکلا کہ اصحاب علم وفضل نے کسی فرقے یا شخصیت عقیدے کے علاوہ اختلاف رائے کو کفر و اسلام کا معرکہ قرار نہیں دیا خصوصاً فقہائے محدثین رحمہم اللہ اس میں بہت ہی محتاط، معتدل اور متوازن رائے رکھتے تھے۔

مخالفین اسلام یعنی یہود ونصاریٰ اسلام کو پھیلتے ہوئے دیکھ نہ سکے اور دیگر انسانی کمزوریوں سے مسلمانوں پر غلبہ پانے اور دعوت اسلام کو روکنے میں جب کامیاب نہ ہو سکے تو اُنھوں نے قرن اول ہی سے مسلمانوں میں انسانی انا کے بھوسے میں مفادات کی دیا سلائی پھینک کر اس کو دہکانے لگے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئے، چنانچہ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد خیر القرون سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء کے اختلافات سامنے آمنے شروع ہو گئے مسائل میں یعنی آیات قرآنی وارشادات رسول ﷺ کی تفہیم میں آراء مختلف ہونے لگیں تو ائمہ ہدیٰ نے تعامل صحابہ یا عمل اہل مدینہ کی حجیت کو بھی ایک اصول تسلیم کر لیا، جس سے باہمی ماحول خوشگوار ہو گیا۔

طاغوت......ہنود، یہود، نصاریٰ......ایک عرصے سے وطن عزیز میں لسانی، صوبائی اور مسلکی تعصب کا زہر پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ حکومت وعوام، حکومت اور دین حتیٰ کہ حکومتی وعسکری حلقوں میں ان کی ریشہ دوانیاں اور دسیسہ کاریاں جاری رہیں جواب طشت از بام ہونے لگی ہیں الحمد للہ ہمارے ہاں آراء کے اختلافات تو بے شک ہوتے ہیں اور رہتے ہیں لیکن دشمنوں کی بسیار کوشش کے باوجود عوام نے اختلافات کو اختلافات ہی رکھا اور سمجھا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل ودانش سے علماء وعوام نے اس کو مخالفت بنانے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ سر توڑ کوشش کے باوجود وطن عزیز میں وہ اس فتنہ گری جب ناکام ہوا اور اس کو مونہہ کی کھانی پڑی تو اس نے عالمی سطح پر مسلکی اختلافات کا الاؤ بڑھانے کی کوشش شروع کر دیں جن کی آنچ وہ وطن عزیز تک پہنچانے کی تگ ودو میں وہ مصروف ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو مسلکی اختلاف کے اس دہکتے الاؤ سے ہر صورت بچنا چاہیے بلکہ مسلمان ممالک کے باہمی متنازعہ مسائل کو مسلم اُمہ کے سٹیج پر افہام وتفہیم سے حل کرنے کی مخلصانہ کوششیں کرنی چاہیے دیگر مسلمان حکمران بھی ضبط ودانائی سے مسائل حل کرنے کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں کہ مسلمانوں کے باہمی سر پھٹول سے مسلم اُمہ ادبار تنزل کے گڑھے میں جا گرے گی اور اغیار یہی چاہتے ہیں۔

درس قرآن — قسط نمبر (۴۲)

# تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ o اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ o اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ o اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ o فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o﴾ [الصّٰفّٰت: ۸۳-۸۷]

''اور بے شک اس کے گروہ میں سے یقیناً ابراہیم (بھی) ہے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس بے روگ دل لے کر آیا۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ تو جہانوں کے رب کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے؟''

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شمار بھی اولوالعزم انبیاء میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی پچیس سورتوں میں ان کا ذکر ہے۔ ان کا لقب خلیل الرحمان، امام الحنفاء، جد الانبیاء اور شیخ الانبیاء ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ [البقرۃ: ۱۲۴]

''بے شک میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ [العنکبوت: ۲۷]

''اور اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔''

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ [النساء: ۱۲۵]

''اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنا لیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہونے لگے تو دیکھا کہ مشرکین نے ان کی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں بنا رکھیں ہیں اور ان کے ہاتھوں میں قسمت کے تیر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قاتلهم الله ، لقد علموا ان شيخنا لم يستقسم بهاقط . ))(البداية: ۱/ ۲۴۸)

''اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کرے، بے شک یہ جانتے ہیں کہ ہمارے شیخ (ابراہیم علیہ السلام) نے کبھی قسمت کے تیروں کے ساتھ قسمت آزمائی نہیں فرمائی۔''

حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ یہ بخاری کے بعض الفاظ ہیں۔ مگر مطبوعہ نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں، دیکھیے (صحیح بخاری: ۳۳۵۲، ۱۶۰۱۔ نیز دیکھیے اخبار مکہ للازرقی: ۱/ ۱۶۸، بن ہشام: ۲/ ۴۱۳، المغازی للواقدی: ۲/ ۸۳۴، جلاء الافہام، ص: ۳۳۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا، سب سے پہلے مہمان نوازی کی طرح اُنھوں نے ڈالی، سب سے پہلے ختنہ اُنھوں نے کیا، سب سے پہلے انھی کے بال سفید ہوئے، سب سے پہلے مونچھوں کو اُنھوں نے کٹوایا۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۳۴۹، فتح الباری: ۶/ ۳۹۰)

انھی کے بارے میں یہاں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾

''اسی (نوح) کے گروہ میں ابراہیم ہیں۔''

امام اصمعی کہتے ہیں کہ ''شیعہ'' کا معنی اعوان و انصار ہے۔

یہ ''الشیاع'' سے ماخوذ ہے جس سے وہ چھوٹی لکڑیاں مراد ہیں جنھیں بڑی لکڑیوں کے ساتھ آگ روشن کرنے کے لیے جلایا جاتا ہے۔(قرطبی) علامہ راغب فرماتے ہیں: ''الشیعہ'' وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے۔(مفردات)

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بتلایا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے ہمنوا اور ان کے گروہ میں سے تھے۔ جو دعوت حضرت نوح علیہ السلام نے دی وہی دعوت اُنھوں نے دی۔ ابن عباس اور مجاہد فرماتے ہیں کہ ان کا وہی دین اور وہی منہج تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا۔

اسی سے ''شیعان علی'' ہیں، یعنی وہ گروہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اعوان وانصار تھے یا اپنے آپ کو ان کا ہمنوا سمجھتے ہیں۔ بنیادی طور پر شیعہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یا اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے افضل سمجھتے ہیں اور اس میں غلو کے مرتکب نہیں۔

(۲) وہ جو غالی ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر معترض ہوتے ہیں۔ اور حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، معاویہ، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام جو جنگ جمل وصفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مدمقابل تھے ان پر سب وشتم کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ شیعہ نہیں بلکہ رافضی ہیں۔ اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

غالی رافضیوں نے لکھا ہے کہ ''شب معراج سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو شیعان علی کے نورانی چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے دکھائی دیے تو اُنھوں نے دعا کی: مجھے بھی شیعانِ علی میں شامل کیا جائے، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔﴿ وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِہٖ لَاِبْرٰھِیْمَ ﴾ میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ رافضیوں کی اس تعبیر کا ذکر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثناعشریہ میں دو مقام پر کیا ہے، ملاحظہ ہو: رافضیوں کا کید ومکر نمبر: ۶۲، ۱۸۷،ص: ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۳۶ مترجم۔

یہ تعبیر سراسر معنوی تحریف ہے اور سیاق کلام کے بالکل منافی ہے۔ بلکہ روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

درسِ حدیث

# اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد
حافظ ریاض عاقب اثری

## فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: حرمة سب الصحابة ، وقول الله تعالى:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَحِيْمٌ o﴾ [الحشر: ۱۰]

۳٤۔ عن أبی سعيد قال: قال النبی ﷺ: ((لاتسبوا أصحابی ، فلو أن أحد كم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مدأحد هم ولا نصيفه .)) (صحيح بخاری ، رقم :۳٦۷۳ ، صحيح مسلم ، رقم: ۲٥٤۱)

**صحابہ رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرنا حرام ہے:**

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور جواُن کے بعد آئے ، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور جو ایمان لائے ہمارے دلوں میں ان کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! یقیناً تُو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

۳۴۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو وہ ان کے خرچ کردہ ایک مُد (تین پاؤ) اناج کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ پائے گا، بلکہ نصف مد (ڈیڑھ پاؤ) کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔''

**فوائد:**

۱: آیت مذکورہ میں اہل ایمان کی تیسری قسم بیان ہوئی ہے، یعنی وہ حضرات جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والے ہیں۔ اس میں تابعین ، تبع تابعین اور قیامت تک ہونے والے اہل ایمان شامل ہیں۔

۲: اس آیت سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ انصار ومہاجرین کے لیے دعائے مغفرت کریں اور ان کے ایمان میں ہر قسم کے شک وشبہ کو جڑ سے اکھیڑتے ہوئے ان پر سب وشتم نہ کریں اور ان کے خلاف بغض وکینہ نہ رکھیں۔

۳: سچا مسلمان وہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی نفوس قدسیہ سے محبت رکھے اور ان کے خلاف ہرزہ سرائی نہ کرے۔

۴: حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا اور ان کی فضیلت واضح کردی کہ ان کے بعد والے احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر کے بھی صحابہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتے۔

۵: اس میں رافضیوں کا خوب رد ہے جو صحابہ جیسی قُدسی جماعت کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں اور انھیں طعن وتشنیع کا ہدف بناتے ہیں۔ حضرت عروہ کو جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اصحاب محمد ﷺ کے لیے دعائے مغفرت کریں، لیکن لوگوں نے انھیں برا بھلا کہنا شروع کردیا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۲۲)

احکام ومسائل

قسط نمبر ①

# جمعۃ المبارک کے فضائل ومسائل

طلحہ، زبیر، عثمان بنو خالد مرجالوی

## جمعہ کی فرضیت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[الجمعة: ٩]

’’اے وہ جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت ترک کر دو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ سے پیچھے رہنے والوں کو فرمایا:

((لقد هممت ان آمر رجلا يصلى بالناس، ثم احرق على رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم.))(صحيح مسلم، رقم:٦٥٢)

’’میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں جمعہ سے پیچھے رہنے والوں کے گھروں کو جلا دوں۔‘‘

## جمعہ کن لوگوں پر فرض ہے:

جناب طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة إلا اربعة: عبد مملوك، او امراة، اوصبى، او مريض.))(سنن أبي داود، رقم:١٠٦٧)

’’با جماعت جمعہ ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے: غلام، عورت، بچہ اور مریض۔‘‘

جنابعبداللہ بن عمر اور جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیمنبر کی لکڑی پر کھڑے ہو کر فرمایا:

((لينتهين اقوام عن ودعهم الجمعات، او ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين.‘‘(صحيح مسلم، رقم:٨٦٥)

’’لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ یقیناً غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔‘‘

## جمعہ کی فضیلت:

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الاول فالاول، ومثل المهجر كمثل الذى يهدى بدنة، ثم كالذى يهدى بقرة، ثم كبشا، ثم دجاجة، ثم بيضة، فإذا خرج الامام طووا صحفهم ويستمعون الذكر.)) (صحيح بخاري، رقم:٩٢٩، صحيح مسلم، رقم:٨٥٠)

’’جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ یکے بعد دیگرے آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ اور سب سے پہلے آنے والا اونٹ کی قربانی

دینے والے کی طرح لکھا جاتا ہے، اس کے بعد آنے والا گائے کی قربانی دینے والے کی طرح، پھر مینڈھے کی قربانی کا ثواب رہتا ہے، اس کے بعد مرغی کا، اس کے بعد انڈے کا۔ لیکن جب امام (خطبہ کے لیے) نکلتا ہے تو وہ (فرشتے) اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سنتے ہیں۔''

جناب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ما من مسلم يموت يوم الجمعة او ليلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر .))

(سنن ترمذي، رقم:١٠٧٤)

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے فتنۂ قبر سے محفوظ فرما لیتا ہے۔''

**بہترین دن جمعہ کا دن ہے:**

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة ، فيه خلق آدم ، وفيه ادخل الجنة ، وفيه اخرج منها ، ولا تقوم الساعة إلا في يوم الجمعة .))(صحيح مسلم، رقم: ٨٥٤)

''بہترین دن جمعہ کا دن ہے جس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی (دن) میں جنت میں داخل کئے گئے، اسی میں (جنت سے زمین کی طرف) اتارے گئے اور قیامت جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔''

جناب لبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن يوم الجمعة سيد الايام واعظمها عند الله ، وهو اعظم عند الله من يوم الاضحى ويوم الفطر ، فيه خمس خلال: خلق الله فيه آدم ، واهبط الله فيه آدم إلى الارض ، وفيه توفى الله آدم ، وفيه ساعة لا يسال الله فيها العبد شيئا إلا اعطاه ما لم يسال حراما ، وفيه تقوم الساعة ، ما من ملك مقرب ، ولا سماء ، ولا ارض ، ولا رياح ، ولا جبال ، ولا بحر ، إلا وهن يشفقن من يوم الجمعة .))(سنن ابن ماجه، رقم:١٠٨٤)

''بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے ہاں ان (تمام ایام سے) عظیم ہے، یہ دن اللہ کے ہاں عیدین کے دن سے بھی عظیم ہے، اس دن میں پانچ چیزیں ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین پر بھیجا، اسی دن آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور اس دن میں ایسی ایک گھڑی ہے کہ جو بندہ اس گھڑی میں کسی چیز کا سوال کرے تو اللہ اسے عطا فرما دیتا ہے بہ شرط کہ کسی حرام چیز کا سوال نہ کیا ہو، اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ آسمان و زمین میں، فضا میں، پہاڑ میں اور سمندر میں موجود ہر فرشتہ جمعہ کے دن سے ڈرتا ہے۔''

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اليوم الموعود يوم القيامة ، واليوم المشهود يوم عرفة ، والشاهد يوم الجمعة ، وما طلعت الشمس ولا غربت على يوم افضل منه ، فيه ساعة لا يوافقها عبد مؤمن يدعو الله بخير إلا استجاب الله له ، ولا يستعيذ من شيء إلا اعاذه الله منه .))

(سنن ترمذي ، رقم:۳۳۳۹)

''الیوم الموعود قیامت کا دن ہے، اورالیوم المشہو دعرفہ کا دن ہے اورالشاہد(سے مراد) جمعہ کا دن ہے۔اور ہر اس دن سے جمعہ کا دن افضل ہے جس دن سورج طلوع اورغروب ہوتا ہے،اس میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ کوئی بھی مومن بندہ اسے پالے(اور) وہ اللہ سے خیر کی دعا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہےاورکسی بھی چیز کے متعلق وہ پناہ طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس(چیز) سے پناہ دے دیتا ہے۔''

جمعہ کا دن مسلمانوں کا شعار:

جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

((اضل الله عن الجمعة من كان قبلنا فكان لليهود يوم السبت وكان للنصارى يوم الاحد ، فجاء الله بنا فهدانا الله ليوم الجمعة ، فجعل الجمعة والسبت والاحد ، وكذلك هم تبع لنا يوم القيامة ، نحن الآخرون من اهل الدنيا والاولون يوم القيامة المقضى لهم قبل الخلائق . ))

(صحيح مسلم ، رقم:۸۵٦ ، سنن ابن ماجه ، رقم:۱۰۸۳)

''اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کو جمعہ کی توفیق نہیں دی،(چنانچہ) یہودیوں کے لیے ہفتے کا دن (مقرر) تھا اورنصاریٰ کے لیے اتوار کا دن، پس اللہ نے ہمیں ہدایت دی تو ہمارے لیے جمعہ کے دن کو(مختص) کیا،پس اس نے (ترتیب یوں مقرر فرمائی:) جمعہ،ہفتہ،اتوار۔اوراسی طرح وہ(لوگ ہفت روزہ عبادت میں) ہم سے قیامت تک پیچھے رہیں گے،ہم دنیا والوں میں سے آخری(امت) ہیں اور قیامت کے دن ہم پہلے ہوں گے،یعنی سب لوگوں سے پہلے حساب وکتاب ہوجائے گا۔''

اتمامِ دین:

جنابعمار بن ابوعمارہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے(یہ آیت) تلاوت کی:

''﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[المائدة:]

''آج کے دن میں نے تمھارا دین تمھارے لیے مکمل کردیا اورمیں نے تم پر اپنی نعمت مکمل کردی اورمیں تمھارے لیے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا۔''

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا، کہنے لگا:

''اگر یہ(آیت) ہم پر اترتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنالیتے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

"فإنها نزلت في يوم عيدين: في يوم جمعة ويوم عرفة . "(سنن ترمذي،رقم:۳۰٤٤)

''یہ آیت دوعیدوں کے دن(یعنی) جمعہ کے دن اورعرفہ کے دن اتری ہے۔''

## احکامِ جمعہ

جمعہ کے دن کرنے کے کام:

جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"((الغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم ، وان يستن وان يمس طيبا ان وجد . )) قال عمرو:اما الغسل فاشهد انه واجب ، واما الاستنان والطيب فالله اعلم

أواجب هو أم لا، ولكن هكذا في الحديث." (صحيح بخاري، رقم: ٨٨٠)

''جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے اور یہ کہ مسواک کرے اور اگر میسر ہو تو خوش بُو لگائے۔ جناب عمرو (بن سلیم انصاری) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غسل کے متعلق تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے لیکن مسواک اور خوش بُو کے متعلق اللہ ہی زیادہ جانتا ہے کہ وہ واجب ہیں یا نہیں، مگر حدیث میں تو ایسے ہی ہے۔''

**اذانِ جمعہ:**

جناب سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان النداء يوم الجمعة اوله إذا جلس الامام على المنبر على عهد النبي ﷺ، وابي بكر، وعمر رضي الله عنهما، فلما كان عثمان رضي الله عنه، وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء. قال ابو عبد الله: الزوراء موضع بالسوق بالمدينة."

(صحيح بخاري، رقم: ٩١٢)

''نبی مکرم ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے لیے بیٹھتا لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو وہ مقام زوراء سے ایک اور اذان دلوانے لگے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے''۔

**قبولیت کی گھڑی:**

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((التمسوا الساعة التي ترجى في يوم الجمعة بعد العصر الى غيبوبة الشمس.))

(سنن ترمذي، رقم: ٤٨٩)

''تم جمعہ کے دن کی اس گھڑی کو تلاش کرو جس میں دعا کی قبولیت کی امید کی جاتی ہے، (وہ گھڑی) جمعہ کے دن عصر کے بعد سے سورج غروب ہونے تک ہے۔''

**جمعہ کا وقت:**

ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: کیا آپ نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جمعہ کے وقت کے متعلق بیان کرتے ہوں؟ میں نے کہا: جی ہاں! میں نے ان سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

((هي ما بين ان يجلس الامام إلى ان تقضى الصلاة.)) (صحيح مسلم، رقم: ٨٥٣)

''(جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی) امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے مکمل ہونے تک ہے۔''

ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا:

"كنا نجمع مع رسول الله ﷺ إذا زالت الشمس ثم نرجع نتتبع الفيء."

(صحيح مسلم، رقم: ٨٦٠)

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھا جب سورج زائل ہوگیا، پھر ہم لوٹے، ہم سائے کی جگہ ڈھونڈتے تھے۔''

**دو خطبے اور ان کے درمیان بیٹھنا:**

جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كانت للنبي ﷺ خطبتان، يجلس بينهما، يقرأ القرآن ويذكر الناس."

(صحيح مسلم، رقم: ٨٦٢)

''نبی ﷺ دو خطبے ارشاد فرمایا کرتے تھے جن میں قرآن پڑھتے اورلوگوں کونصیحت فرماتے،آپ ﷺ ان دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔''

خطبہ مسنونہ:

جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبۂ حاجت کی تعلیم ان الفاظ میں دی:

((إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ۱۰۲] ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[النساء: ۱] ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: ۷۰،۷۱] أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَ أَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ ، وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .))

(صحيح مسلم، رقم:۸٦۸، سنن نسائي، رقم: ۳۲۷۸، سنن أبي داود، رقم:۱۰۹۷، سنن ابن ماجه، رقم: ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، صحيح ابن خزيمة، رقم:۱۷۸۵)

''بے شک سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں،ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اورہم اس سے مدد طلب کرتے ہیں اوراس سے بخشش مانگتے ہیں اوراپنے نفسوں کے شروں سے ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔جس کواللہ تعالیٰ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اورجس کو وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''اے وہ جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اورتم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''،''اے لوگو! اپنے رب ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اوراس سے اس کی بیوی پیدا کی اوران دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اوراللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اوررشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''،''اے وہ جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو وہ تمھارے اعمال کی اصلاح فرمادے گا اورتمھارے گناہ بخش دے گا، جس نے اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کی پس اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔''حمد وصلاۃ کے بعد! یقیناً سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے اورسب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔برے اموراس میں نئی چیزیں ایجاد کرنا ہے۔(دین میں) ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے۔''

دورانِ خطبہ ایک انگلی سے اشارہ کرنا:

جناب بشر بن مروان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قبح الله هاتين اليدين، لقد رايت رسول الله ﷺ ما يزيد على ان يقول بيده هكذا، واشار بإصبعه المسبحة."

(صحيح مسلم، رقم:٨٧٤)

''اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو ہلاک کرے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ صرف اپنے اس ہاتھ کے ساتھ ایسے کرتے تھے اور انھوں نے اپنی مسبحہ (شہادت والی) انگلی سے اشارہ کیا۔''

### جمعہ کے دن نمازِ فجر کی قراءت:

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان النبى ﷺ يقرأ فى الجمعة فى صلاة الفجر الٓمٓ تنزيل السجدة و هل اتى على الانسان حين من الدهر." (صحيح بخاري، رقم:٨٩١، صحيح مسلم، رقم:٨٨٠)

''نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورت سجدہ اور سورت دہر پڑھتے تھے۔''

### نمازِ جمعہ کی قراءت:

جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان رسول الله ﷺ يقرأ فى العيدين وفى الجمعة بسبحِ اسم ربك الاعلى وهل اتاك حديث الغاشية، قال وإذا اجتمع العيد والجمعة فى يوم واحد يقرأ بهما ايضا فى الصلاتين."(صحيح مسلم، رقم:٨٧٨، سنن أبي داود، رقم:١١٢٢)

''رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورت اعلیٰ اور سورت غاشیہ پڑھتے تھے۔ اور جب عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوتے تو ان دونوں نمازوں میں یہی دونوں (سورتیں) پڑھتے۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ان النبى ﷺ كان يقرأ فى صلاة الجمعة سورة الجمعة والمنافقين." (صحيح مسلم، رقم:٨٧٩، سنن أبيداود، رقم:١٠٧٤)

''نبی ﷺ جمعہ کی نماز میں سورت جمعہ اور سورت منافقون پڑھتے تھے۔''

### دورانِ خطبہ سورت قٓ کی قراءت:

بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ما حفظت ﴿قٓ﴾، إلا من فى رسول الله ﷺ، يخطب بها كل جمعة."

(صحيح مسلم، رقم:٨٧٣، سنن أبي داود، رقم:١١٠٠)

''میں نے سورت قٓ رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر ہی یاد کی تھی، آپ ﷺ اسے ہر جمعہ میں پڑھا کرتے تھے۔''

### خطیب کے علاوہ کسی اور کا امامت کروانا:

سنت طریقہ تو یہی ہے کہ خطیب خود ہی نمازِ جمعہ کی امامت کرائے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔ اگر خطیب کسی عذر کی وجہ سے کسی کو آگے کر دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

### بہ طور خاص جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا:

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا يصم احدكم يوم الجمعة إلا ان يصوم قبله او يصوم بعده.))

(صحيح مسلم، رقم:١١٤٤)

''تم (بہ طور خاص) جمعہ کے دن کا روزہ نہ

رکھو۔ ہاں، اگر پہلے یا بعد والے دن (کے روزے) کو بھی ساتھ ملا لیا جائے۔''

## خطبہ میں جائز امور

**دیہات میں جمعہ:**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

"إن اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول اللّٰه ﷺ فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین."

(صحيح بخاري، رقم:۸۹۲)

''رسول اللہ ﷺ کی مسجد (نبوی ﷺ) کے بعد سب سے پہلے جو جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین (کے گاؤں) جواثی کی مسجد عبدالقیس میں تھا۔''

**بارش میں جمعہ ادا کرنا:**

ابوملیح سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے دن حدیبیہ کے دنوں میں نبی ﷺ کے پاس موجود تھے کہ اتنی کو بارش ہوئی جس سے ان کے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگے، آپ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے پڑاؤ پر نماز پڑھیں۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر:۱۰۵۹)

**عید کے دن جمعہ:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قد اجتمع فی یومکم هذا عیدانِ، فمن شاء اجزأه من الجمعة، وإنا مجمعونَ.))

(سنن أبي داود، رقم:۱۰۷۳)

''تمھارے اس دن دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں، پس جو چاہے تو اسے جمعہ کے بدلے یہ (نمازِ عید) کافی ہے، ہم تو جمعہ پڑھیں گے۔''

**جمعہ سے قبل نوافل کا ادا کرنا:**

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من اغتسل ثم اتی الجمعة فصلی ما قدر له ثم انصت حتی یفرغ من خطبته ثم یصلی معه، غفر له ما بینه وبین الجمعة الاخری وفضل ثلاثة ایام.))

(صحيح مسلم، رقم:۸۵۷)

''جس نے غسل کیا، پھر جمعہ کے لیے آیا، پھر حسب استطاعت نماز پڑھی، پھر وہ خاموش رہا حتی کہ وہ جمعہ پڑھ کر فارغ ہوگیا، پھر اس نے امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک اور تین دن زائد کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

**جمعہ کے بعد نوافل کا ادا کرنا:**

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إذا صلی احدکم الجمعة فلیصل بعدها اربعا.))

(صحيح مسلم، رقم: ۸۸۱، سنن أبي داود، رقم:۱۱۳۱)

''جب تم جمعہ کی نماز ادا کرو تو اس کے بعد چار (رکعات) نماز پڑھو۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے حتی کہ وہ لوٹ جاتے، پھر وہ دو رکعتیں پڑھتے۔

(صحيح بخاري، حديث نمبر:۹۳۷، صحيح مسلم، حديث نمبر:۸۸۲)

(باقی آئندہ)

نقطۂ نظر

# مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (۱۸۹۵ء-۱۹۶۸ء) کا تنقیدی اسلوب

طارق اسعد بن اسعد اعظمی (متعلم جامعہ سلفیہ بنارس، یوپی، الہند)

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ صحافت، خطابت، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے مختلف النوع میدانوں میں جو عظیم علمی ورثہ انھوں نے چھوڑا ہے وہ قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔ تقسیم ہند کے بعد جماعت اہل حدیث کی نشأۃ ثانیہ ہوئی تو پاکستان میں آپ نے جماعت کی شیرازہ بندی کی اور جمعیت میں نئی روح پھونک دی۔ اس کے نتیجہ میں وہاں جمعیت کا کھویا ہوا وقار بحال ہوا اور کتاب وسنت کی دعوت کا کام پھر سے رواں دواں ہوگیا۔

بیسویں صدی کے وسط میں فتنۂ انکار حدیث پروان چڑھنے لگا اور احادیث مبارکہ پر ڈاکہ زنی کی مذموم کوششیں کی جانے لگیں۔ انکار حدیث، جس کی اب تک چور دروازوں سے صدا آرہی تھی، اب کھلم کھلا اور علی الاعلان اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ ایک طرف جہاں احادیث مبارکہ کے ذخیرے پر بے اعتمادی دکھائی گئی وہیں ان علماء وائمہ کو بھی جرح ونقد اور طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا جن کی جهود عظیمہ اور مساعی جمیلہ کے سبب فرمودات نبوی والٰہی بحفاظت ہم تک پہنچے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، امام طبری، امام بخاری، امام ابن جریر، ابن شہاب زہری وغیرہ رحمہم اللہ اساطین علم وفن کی شخصیات پر کیچڑ اچھالنے کی سعی مذموم ہوئی۔

ایسے نازک وقت میں جب کہ استخفاف حدیث کی تحریک زوروں پر تھی حضرت مولانا اسماعیل صاحب سلفی رحمہ اللہ انکار حدیث اور سرچشمہ حدیث کے درمیان آڑ بن کر کھڑے ہوگئے اور احادیث مبارکہ پر دست درازی کرنے والوں کو اپنے علمی مناقشوں سے خاموش کرادیا۔ تحریری طور پر بھی آپ نے سنت کا دفاع کیا اور تقاریر کے ذریعہ بھی منکرین حدیث کے شبہات کا انتہائی مؤثر ازالہ فرمایا۔ آپ کو دیکھ کر دوسرے علماء نے بھی اس فتنہ کو فرو کرنے کی کد وکاوش کی۔ دفاع عن الحدیث کے علاوہ احکام، آداب، عقائد وغیرہ پر بھی آپ کے رشحات قلم کے نمونے موجود ہیں۔

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اعتراضی مسائل پر جرح ومناقشہ میں ہمیشہ اس بات کا اہتمام کیا کہ سنجیدگی اور وقار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ دشنام طرازی طعن وتشنیع، تلخ گوئی جیسی چیزیں نہ ان کی تحریر میں ملتی ہیں نہ تقریر میں۔ حالانکہ تنقید کا میدان ایسا ہے کہ قلم کار حضرات اپنے اشہب قلم پر لگام نہیں لگا پاتے اور اکثر مخالفین پر طعن وتشنیع کے تیر برسانے سے بھی نہیں چوکتے۔ مگر چونکہ یہ دین وشریعت اور دفاع عن الحدیث کا معاملہ تھا، اس لیے اس میں زور آزمائی سے قبل ذہن ودماغ اور زبان وبیان پر قابو رکھنا ضروری تھا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[الأنعام:۱۰۸]

آپ کا تنقیدی اسلوب حکمت، موعظت اور جدال بالتی ھی أحسن سے مزین ہے اور انھی عناصر ثلاثہ سے آپ کا جوہر بیان مرکب ہے۔ بلاشبہ آپ مخالفین پر قلمی وار کرتے ہیں اور ایسے دلائل وبراہین اور حقائق وکوائف پیش کرتے ہیں کہ ان کا ناطقہ بند ہوجاتا ہے۔ لیکن آپ نے اس کے لیے ایک حد کھینچ رکھی ہے اور اس سے کبھی تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ حضرت سلفی کی سوانح نگار محترمہ سعدیہ ارشد لکھتی ہیں:

''مولانا اصحاب الرائے اور تقلید جامد کے خلاف بے باک نقاد ہیں مگر تنقید اس انداز سے کرتے ہیں کہ فریق مخالف برا ماننے کے بجائے قائل ہوجاتا ہے۔ اپنی تحریروں میں مولانا قاری کو قائل کر لیتے ہیں کہ حقیقت تک پہنچنے اور سچائی حاصل

کرنے کا واحد ذریعہ تحقیق ہے نہ کہ تقلید۔ اختصار ان کے بیان میں بڑا حسن پیدا کرتا ہے۔ وہ بے ضرورت جزئیات کو ہمیشہ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بعض علماء کی تحریروں میں سوقیانہ الفاظ وفقرے ملتے ہیں مگر حضرت سلفی رحمہ اللہ کی تحریروں میں متانت اور وقار ہے۔ طنز وتعریض کے بجائے مزاح کی چاشنی پائی جاتی ہے۔'' (مقالات حدیث ص:۴۹)

آں مرحوم جہاں اپنی تحریر کو تلخ گوئی اور دشنام طرازی سے محفوظ رکھتے ہیں وہیں دیگر قلم کاروں اور خطیبوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ جناب محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کو ایک خط میں اس جانب توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مکرم مولانا اسحاق صاحب! السلام علیکم

۵ ستمبر ۱۹۶۱ کے الاعتصام میں نوکھر کے مدرسہ کے متعلق آپ نے ایک مضمون شائع فرمایا ہے۔ اس سے پہلے اس مدرسہ کے متعلق ناظم صاحب کی طرف سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ دونوں کا لب ولہجہ نامناسب ہے۔ ایسے مضامین من وعن شائع کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ اس کا عوام پر کیا اثر پڑے گا۔ یا تو ایسے تلخ مضامین کی اشاعت نہ ہو یا اسے مناسب طور پر نرم کر دیا جائے۔ آئندہ اگر نوکھر یا اس مدرسہ کے متعلق یا ان دو مضامین کے متعلق کوئی تحریر آئے تو اسے میری اطلاع کے بغیر شائع نہ فرمائیں۔

والسلام

محمد اسماعیل کان اللہ لہ، گجرانوالہ۔''

(نقوش عظمت رفتہ، ص:۲۱۳)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ رواۃ حدیث (بخاری) کو جھوٹا کہنا ایک نبی کو جھوٹا کہنے سے بہتر ہے، چنانچہ آپ نے اس روایت کا انکار کر دیا۔ حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کذبات ثلاثہ'' کے عنوان سے ایک تحریر رقم فرمائی اور قرآن وحدیث، اقوال علماء اور ''کذب'' پر مدقق بحث کر کے مولانا مودودی کے اعتراضات کا بحسن وخوبی جواب دیا۔ اس کے بعد مولانا مودودی کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

''مجھے مولانا مودودی سے تعجب نہیں۔ وہ جب بھی علم کی ان متعارف راہوں سے گزرے انھوں نے ٹھوکر کھائی۔ متعہ کا مسئلہ، مسلک اعتدال، حیات مسیح، دجال وغیرہ میں ان کی جدت نوازیاں کامیاب ثابت نہیں ہوئیں۔ ان کے رہوار قلم کی جولانیوں کا میدان دوسرا ہے۔ تعجب مولانا آزاد اور امام رازی سے ہے۔ یہ جواب ''راوی کو جھوٹا کہنا نبی کو جھوٹا کہنے سے بہتر ہے'' بے حد سطحی ہے۔ نبی کو جھوٹا کہنا تو کفر ہے۔ بخاری کو صحیح ماننے والے نبی کو جھوٹا کیسے کہہ سکتے ہیں؟ بخاری کا تمام تر انحصار نبوت کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صداقت پر ہے۔ مولانا مودودی کے رہوار قلم کی جولانیوں کا میدان دوسرا ہے۔ جب بھی وہ اپنا میدان چھوڑ کر تفسیر اور فقہ الحدیث کے مرغزاروں کا رخ فرماتے ہیں ان کا قلم ٹھوکریں کھانا شروع کر دیتا ہے۔ مولانا سے گزارش ہے وہ ان راہوں سے اگر کترا کر گزر جائیں تو نہ ان کے مقام کی رفعتوں میں فرق آئے گا اور نہ ہی ان کے ادب واحترام کو نئے پیمانوں سے ناپنا پڑے گا۔''

(مقالات حدیث، ص:۲۰۲، ۲۰۳)

منکرین حدیث نے جس طرح احادیث نبویہ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی تھی اس نے مولانا مرحوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ ایک سچا مسلمان اور عامل بالحدیث اس بات کو کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس علم وفن کو تختہ مشق بنایا جائے جس کے لیے علمائے امت نے اتنی تگ ودو کی ہے کہ کسی اور علم وفن کی راہ میں اس قدر مشقت نہ کبھی ہوئی اور نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ دفاع عن الحدیث کی راہ میں مولانا

سلفی رحمہ اللہ کا قلم البتہ کہیں سخت ہوا لیکن وہ پھر بھی اس سطح سے نیچے نہیں اترے جس پر مخالفین ان کو لانا چاہتے تھے۔ مولانا کو اس کا احساس تھا، لکھتے ہیں:

''ان طویل گزارشات میں مجھے اعتراف ہے کہ میرا لہجہ بعض جگہ سخت ہو گیا ہے اور آج کے کل کے عرفی اور منافقانہ اعتدال سے الگ رہا ہوں۔ میں نے منکرین حدیث کی دیانت پر شبہ کیا اور میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔ تنقید ائمہ حدیث کی محبوب ترین ایجاد ہے اور اس کا بے خطر استعمال فن کی امانت ہے اور ہم خدام حدیث بحمد اللہ تنقید سے نہیں گھبراتے، لیکن ائمہ حدیث اور خدام فن کی بے ادبی اور محض ظن وتخمین کی بنا پر تہمت تراشی اور الزام نہ فن کی خدمت ہے نہ علمی مشغلہ!'' (مقالات حدیث، ص:۳۸۴)

اسی دوران اکابر دیوبند نے مسئلہ حیات النبی پر بحث چھیڑی اور بریلوی حضرات کی ہمنوائی کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبی کریم ﷺ کی بعد از مرگ حیات بالکل دنیوی اور جسمانی ہے۔ چنانچہ معروف حنفی عالم مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

'' آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور ازقبیل حیات دنیوی، بلکہ بہت وجوہ سے اس سے قوی تر۔''

(مکاتیب:۱/۱۳۰ بہ حوالہ تحریک آزادی، ص:۱۳۰)

علمائے احناف کا یہ ''انکشاف'' جب منظر عام پر آیا تو اس کے انسداد کے لیے مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ میدان میں اترے اور نہایت ہی بے باکانہ مگر شائستہ طرز تحریر اختیار کرتے ہوئے کتاب وسنت کی روشنی میں اس نظریہ کی تردید فرمائی۔ اس مسئلہ پر مولانا نے ''الأدلة القوية علی أن حياة النبی ﷺ فی القبر ليست بدنيوية'' نامی کتاب لکھ اس باطل فکر کا قلع قمع کر دیا۔ مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

'' عنوان اور تعبیرات کی تبدیلی سے حقائق تو نہیں بدل سکتے۔ مولانا حسین احمد کی جلالت قدر، مولانا نانا توی کی غزارت علمی اور شیخ عبدالحق کی سادگی اس حقیقت کو نہیں بدل سکتی جس کا اقرار قرآن حکیم نے محکم آیات میں فرمایا ہے اور صحابہ نے اس پر اجماع فرمایا ہو۔'' (ص:۲۵)

کتاب ہذا کے اواخر میں ''میری گزارشات'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''حضرات اکابر دیوبند کے علمی احترام کے وسیع اثر نے مجبور کیا کہ ان کے ارشادات کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تاکہ طلباء علمی تنقید اور بحث نظر کی عادت سیکھیں۔ ان گزارشات کا مختلف حلقوں میں عجیب اثر ہوا۔ بعض حلقوں نے اسے بے حد پسند کیا کہ یہ ایک ضرورت تھی۔ اس وقت تک پاک وہند کے کئی جرائد میں وہ مضمون شائع ہو رہا ہے۔ بعض حلقوں نے اسے سخت ناپسند فرمایا اور اسے حضرات اکابر دیوبند کی بے ادبی پر محمول فرمایا، اعاذنی اللہ من ذلک۔'' (ص۵۳)

مولانا تمنا عمادی میدان انکار حدیث کے اہم شہسوار مانے جاتے ہیں۔ آپ کے عتاب قلم سے بھی احادیث صحیحہ کا ایک حصہ محفوظ نہ رہ سکا، چنانچہ خود ساختہ تحقیق وتفتیش اور جانچ پڑتال کے بعد ''واقعہ افک''، ''امام بغدادی'' اور ''ابن شہاب زہری'' وغیرہ کو قلمی طعن کا نشانہ بنایا اور ان پر خوب جرح ونقد کی۔ مولانا اسماعیل صاحب نے ''واقعہ افک کے متعلق نئی تمنائی ریسرچ'' کے عنوان سے تمنا عمادی کے افکار کا بھرپور رد فرمایا۔ مذکورہ مقالے میں لکھتے ہیں:

''عمادی صاحب نے اس مضمون میں ائمہ حدیث کو خبیث، منافق، بے دین، بے نماز، بہتان تراش، چالاک، وضاع، کذاب، خبیث النفس، وغیرہ قسم کی گالیاں دی ہیں۔ اگر قصاص لیا گیا تو آپ کو تکلیف ہو گی۔ قلم سب کے ہاتھ میں ہے۔ عمادی صاحب نے بعض معاملات کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے ائمہ حدیث کو بے ایمان،

خبیث، چالاک، خبیث النفس تک کہا ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ کا تنوع ہے۔ محدثین حسب ضرورت مواقع احادیث مختصر یا مفصل بیان فرما دیتے ہیں۔ اہل فن اسے سمجھتے ہیں، جاہل اور ناواقف اس سے بعض اوقات پریشان ہوتا ہے۔''
(مقالات حدیث، ص:٥١٢)

مولانا مودودی، مولانا اصلاحی اور دیگر علماء کے مضامین کا علمی مناقشہ کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''ان گزارشات کو یہاں ختم کرتے ہوئے طویل سمع خراشی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ انتہائی اختصار کے باوجود گزراشات خاصی طویل ہوگئی ہیں اور مکرر گزارش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میرے دل میں دونوں بزرگوں کے لیے پورا احترام ہے لیکن میں نے اپنے مسلک کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی لفظ آپ حضرات کی شان کے خلاف ہو تو بصمیم قلب اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن اپنے مسلک کو کسی مصلحت پر قربان کرنا میرے لیے مشکل ہے، وأما حب ليلى فلا أتوب .'' (حجیت حدیث، ص:١٥٩)

''فتاوی سلفیہ'' کے نام سے مولانا مرحوم کے مختلف فتووں کو جمع کیا گیا ہے جس میں ایک طرف آں موصوف کے تبحر علمی اور فکری بصیرت کا پتا چلتا ہے وہیں آپ کے انداز تحریر کی انفرادیت بھی سامنے آتی ہے۔ ان فتاویٰ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب کتابی شکل میں لاہور سے اس کی طباعت ہوئی اور اس کے نسخے ہندوستان پہنچے تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور دینی وعلمی حلقوں میں کافی پذیرائی ہوئی۔ مزید برآں اس کی طلب اتنی زیادہ ہوگئی کہ اس کے کئی ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ ''فتاویٰ سلفیہ'' کے مقدمہ میں مولانا محمد اعظمی ﷾ کتاب مذکور کی خصوصیات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ فتاوے گوناگوں محاسن اور نوع بنوع رنگ وبو سے مرصع ہیں۔ ایک طرف ان میں دینی پیچیدہ مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں عالمانہ ومجتہدانہ انداز میں حل کیا گیا ہے اور بیشتر مسائل کا پس منظر بیان کر کے اصل صورت مسئلہ کا تحقیقی جواب دیا گیا ہے۔ دوسری طرف معاصر فرقوں اور تحریکوں کی جانب سے سلفی فکر ومسلک پر ہونے والے حملوں کے دفاع کی سنجیدہ کوشش کی گئی ہے۔ ان فتاویٰ کی ایک انفرادی شان یہ ہے کہ طرز نگارش شگفتانہ اور ادیبانہ ہے، عام فتاویٰ کے خشک اور تقشفانہ لب ولہجہ سے جداگانہ اس میں ادب لطیف وظریف اور انشاپردازی کی جھلکیوں نے فن افتا کو ایک فصیحانہ اسلوب عطا کیا ہے۔'' (مقدمہ فتاوی سلفیہ، ص:١٣)

مولانا سلفی ﷫ ایک جید عالم دین تھے۔ ایک عالم کا کیا مقام و مرتبہ ہے آپ کو اس کا بخوبی اندازہ تھا۔ چنانچہ آپ نے زبان وقلم سے بیش بہا دینی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ معاصر علماء کا مناقشہ کیا مگر اس خوش اسلوبی، شائستگی اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہ مخالفین بھی آپ کے حسن اخلاق کے قائل ہوگئے اور آپ کی غزارت علمی کو تسلیم کیا۔ آپ کی اخلاقی بلندی کی صداقت کے لیے ایک واقعہ کا ذکر کر کے ہم اس تحریر کا اختتام کرتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ حاجیوں کو رخصت کرنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوگیا۔ اسٹیشن کے بالا میدان میں جماعت کرانے لگے تو ایک بوڑھے نے کہا کہ میری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی۔ آپ نے رومال اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پیچھے ہٹ گئے اور کہا بابا جی! آپ جماعت کرائیں میری نماز آپ کے پیچھے ہوجاتی ہے۔ وہ بوڑھا شرمندہ ہوگیا اور معافی مانگی اور پھر اصرار کر کے حضرت کی اقتدا میں جماعت ادا کی۔'' (مقالات حدیث، ص:٦٥)

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مولانا سلفی ﷫ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور انھیں کروٹ کروٹ جنت عطا کرے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد



تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۸

# تصوف نقل وعقل کی روشنی میں

ڈاکٹر ابراہیم بن محمد البریکان ترجمہ: صہیب حسن فضل حق مبارک پوری

۶۔ رُؤی اور احلام (خواب):

یہ چھٹی چیز ہے جس میں متاخرین صوفیوں نے اپنے سلف کی مخالفت کی ہے۔

تعریف:

رُؤی ''رُؤیا'' کی جمع ہے۔ اس کا اطلاق خواب میں نظر آنے والی چیزوں پر ہوتا ہے۔ جمع کا وزن فعلی ہے۔ کبھی ہمزہ کی تسہیل بھی ہوجاتی ہے۔ واحدی کہتے ہیں: دراصل یہ ''یسریٰ'' کی طرح مصدر ہے۔ جب اسے خیالِ خوابیدہ میں آنے والی شے کے مفہوم میں بطور اسم استعمال کیا جانے لگا تو اسے اسماء کے حکم میں داخل کرلیا گیا۔

امام راغب کہتے ہیں کہ ''الرؤیۃ'' حاسۂ بصر کے ذریعے ہونے والا ادراک ہے۔ تخیلاتی ادراک پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، مثلاً: أری أن زیدا مسافراً. یعنی میرا خیال ہے کہ زید سفر کرنے والا ہے۔ اسی طرح فطری تفکر کے لیے بھی بولا جاتا ہے، مثلاً:

﴿اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ﴾[الانفال: ٤٨]

''میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو۔''

رائے کا معنی نقیضین میں سے ایک کا غلبہ ظن پر جم جانا ہے۔ ''رؤیۃ'' رائے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

(عقیدۃ التوحید فی فتح الباری، ص: ۷۔۳۱ مع حذف واضافہ)

لفظ ''رؤیا'' قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر آیا ہے:

❁..... ﴿وَ مَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَۃَ الۡمَلۡعُوۡنَۃَ فِی الۡقُرۡاٰنِ﴾[الاسراء: ٦٠]

''جو رُؤیا (عینی رؤیت) ہم نے آپ کو دیکھائی تھی وہ لوگوں کے لیے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار نفرت کیا گیا ہے۔''

❁..... ﴿لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوۡلَہُ الرُّءۡیَا بِالۡحَقِّ﴾[الفتح: ٢٧]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا۔''

❁..... ﴿اِنۡ کُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَ﴾[یوسف: ٤٣]

یعنی اے درباریو! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

قرآن کریم ہی کی طرح حدیث نبویہ میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((الرؤیا الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة و اربعین جزء من النبوة.))

(صحیح بخاری عن انس)

''نیک آدمی کا عمدہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔''

بخاری شریف کی دوسری حدیث جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس میں ہے کہ ''مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔''

علاوہ ازیں بخاری شریف ہی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوا کرتا ہے۔''

رؤیا کی اصطلاحی تعریف:

قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں:

''رؤیا وہ ادراکات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے دل میں کسی فرشتے یا شیطان کے ذریعے معلق کر دیتا ہے۔اب خواہ وہ (ادراک) اپنے اسماء، یعنی اپنی حقیقت یا اپنی کیفیت یعنی اپنی تعبیر کے ذریعے (جانے جائیں) یا وہ خلط ملط ہوجائیں،ان (ادراکات) کی نظیر بیداری کی حالت میں دل میں آنے والی باتیں ہیں، پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ (ادراکات) کسی مرتب قصے کی صورت میں آتے ہیں اور کبھی یونہی آجاتے ہیں جن کا کوئی حاصل نہیں نکلتا۔ یہی تعریف استاذ ابواسحاق کے قول سے بھی مستفاد ہوتی ہے۔''

(عقیدۃ التوحید فی فتح الباری،ص:۳۲۰)

**اقسام رؤیا:**

①......رؤیا صادقہ (سچے خواب): یہ انبیاء علیہم السلام اوران کے صالح متبعین کے خواب ہیں۔شاذ و نادر دوسروں کو بھی آجاتے ہیں۔یہ جس طرح نیند کی حالت میں دکھائی پڑتے ہیں اسی طرح بیداری کی حالت میں صادق ہوتے ہیں۔

②......أضغاث (خواب ہائے پریشاں، منتشر خیالات):ان کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی چیز سے خائف نہیں کرتے۔ان کی تین قسمیں ہیں:

۱: خواب دیکھنے والے کو رنج وغم میں مبتلا کرنے کے لیے شیطان کا کھیل کود کرنا، مثلاً: وہ یہ دیکھے کہ اپنا سر کاٹ کر اس کے پیچھے چلا جا رہا ہے، یا وہ کسی ہول ناکی میں واقع ہوگیا ہے جہاں وہ کسی کو اپنا یار و مددگار نہیں پاتا وغیرہ وغیرہ۔

۲: اسی طرح وہ یہ دیکھے کہ بعض فرشتے سے حرام کے ارتکاب کا حکم دے رہے ہیں، یا اسی قسم کی دوسری چیزیں جو عقلاً محال ہیں۔

۳: بیداری کی حالت میں جو باتیں یا تمنائیں دل میں آتی ہیں ٹھیک وہی چیزیں نیند کی حالت میں بھی آجاتی ہیں۔اسی طرح جو باتیں مزاج پر غالب آجاتی ہیں یا بیداری کی حالت میں جن چیزوں کی عادت رہتی ہے وہ بھی خواب میں آجاتی ہیں۔

اس تیسری قسم کا وقوع عموماً مستقبل، اکثر حال اور بہت کم ماضی کے بارے میں ہوتا ہے۔(عقیدۃ التوحید فی فتح الباری،ص:۳۲۰)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے رؤیا (خواب) کی تین قسمیں کی ہیں۔

①......رؤیا رحمانیہ: اس خواب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اس سے بندے کو حق کی ہدایت ملتی ہے۔انبیاء علیہم السلام کا خواب اسی قبیل سے ہوتا ہے۔جو درحقیقت شیطان سے محفوظ وحی ہوتا ہے۔

②......رؤیا نفسانیہ: نفسانی خواب جن کی حیثیت منتشر خیالات کی ہے۔

③......رؤیا شیطانیہ: یعنی شیطانی خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔سچے خواب، خصوصاً جب پے در پے ہوں تو وحی کے موافق ہوتے ہیں یا پھر وحی کی موافقت پر تنبیہ کرنے والے ہوتے ہیں یا وہ کسی خاص قضیے پر متنبہ کرتے ہیں جن میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے مگر صاحب خواب خود کو اس سے لاتعلق سمجھ کر اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔

سچائی کی تلاش، اکلِ حلال، امر و نہی کی محافظت، طہارت کے ساتھ قبلہ رو ہو کر سونا اور آنکھوں میں نیند کا غلبہ آنے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کے برتنے سے خواب جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

ایک فرشتہ خواب ہی دکھلانے کے کام پر مامور ہے، وہ بندے کو اس کے مناسب حال خواب دکھلاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی بھی شخص کا خواب اس کی حیثیت کے منافی نہیں ہوتا بلکہ موافق ہوتا ہے۔(مدارج السالکین:۱/۵۱،۵۲)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی مذکورہ خواب کی تینوں قسموں کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خواب تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو، دوسرا وہ جو شیطان کی جانب سے ہو اور

ابتلائے غم واندوہ کا باعث ہو، تیسرا جو درحقیقت بیداری کی حالت میں سوچی ہوئی باتیں ہوتی ہیں جو بندہ بعد میں خواب میں دیکھتا ہے۔''

خواب ہی وحی کا مبتدا و منشا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ پر وحی کی ابتدا نیک خواب ہی سے ہوئی ہے۔ سچے خواب انھی کو آتے ہیں جن کی گفتگو سچی ہوتی ہے۔

قربِ قیامت خواب جھوٹے نہ ہوں گے کیوں کہ عصر نبوت اور آثارِ نبوت سے بُعد کے عوض اللہ تعالیٰ مومنوں کو نیک خواب سے سرفراز فرمائے گا۔ زمانۂ نبوت میں اس کی چنداں ضرورت نہ تھی کیوں کہ لوگ نورِ نبوت کے طفیل دوسری چیزوں سے بے نیاز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سچے خواب ان کرامات کے مثل ٹھہرے جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے ہاتھوں پر جاری فرماتا ہے۔

مزید یہ کہ یہ چیز عصر صحابہ میں بھی بنسبت بعد کے زمانوں کے کم تھی۔ کیوں کہ قوتِ ایمانی نے انھیں ہر چیز سے بے نیاز کر دیا تھا اور دوسروں کو ان کی ایمانی کمزوری کی وجہ سے اس کی ضرورت تھی۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مومن کا خواب ایک قسم کی گفتگو ہے جسے اللہ تعالیٰ بندے سے اس کی نیند کی حالت میں فرماتا ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''نبوت کی نشانیوں میں سے صرف بشارتیں اور خوش خبریاں باقی رہیں گی۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا: ''نیک خواب جس کو مومن دیکھتا یا اس کے لیے دکھایا جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری)

یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان جب بار بار ایک ہی خواب دیکھتا ہے تو وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خواب میں شب قدر کو عشرۂ اواخر میں ہوتے دیکھا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں کہ تمھارا خواب عشرۂ اواخر کی بابت متفق ہے، اس لیے جو اسے (شب قدر کو) پانا چاہتا ہے تو وہ اسے رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرے۔''

(مدارج السالکین: ۱/۵۱،۵۲)

اس سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں حجت صرف نبی کریم ﷺ کا اقرار ہی ہے کیوں کہ حدیث مذکور میں آپ ﷺ کا اقرار کر لینا ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خواب کی صحت پر دلیل ہے۔

لیکن خواب کی کثرت اور اس کے تسلسل سے اس کی صحت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے معنی و مفہوم اور اس کے مقتضیات پر کسی شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ بہت سے لوگوں کو شیطان نے محض خواب کی کثرت و تکرار کی بنیاد پر گمراہ کر دیا ہے۔

حدیث کا ایک مفہوم ''اجماعی'' بھی ہو سکتا ہے، یعنی ہر شخص نے اس خواب کو دیکھا ہو، کوئی بھی اس سے باقی نہ بچا ہو۔ ایسی صورت میں اس کے جھوٹ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

''صالح و صادق مسلم وہ ہے جس کا حال انبیاء علیہم السلام کے مناسب حال ہو، انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع ہونے کا شرف رکھتے ہیں اسی قسم کا شرف اسے بھی حاصل ہو۔ لیکن کافر و فاسق یا پاگل انسان کو یہ مرتبہ نہیں حاصل ہو سکتا، اگر ان کے خواب بسا اوقات صحیح بھی ہو جائیں تو یہ ''قد یصدق الکذوب'' (بہت جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ بول دیا کرتا ہے) کے قبیل سے ہوگا۔ اور کاہن و نجومی وغیرہ جو بسا اوقات غیبی خبریں دیتے ہیں ان کی بھی غیبی خبر نبوت کا کوئی بھی جز شمار نہ ہوگی۔''

(عقیدۃ التوحید فی فتح الباری، ص: ۳۲۱،۳۲۲)

سوال پیدا ہوتا ہے بندہ جب خواب دیکھے تو کیا کرے؟ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے صحیح بات کی راہنمائی فرمائی ہے۔ صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے رسول اللہ

ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
''اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں جب تم میں سے کوئی اچھے خواب دیکھے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اسے لوگوں سے بیان بھی کرے۔ اور مکروہ خواب شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں جب آدمی مکروہ خواب دیکھے تو اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے بھی اس کو بیان نہ کرے۔ تو ایسی صورت میں وہ اس کے لیے ضرر رَساں نہ ہوگا۔''
(عقیدۃ التوحید فی فتح الباری، ص: ۳۳۳)

بخاری شریف کی دوسری روایت جس کے راوی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہیں، کہتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
''رؤیا (نیک خواب) اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں اور اَحلام (برے خواب) شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں۔ جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تھوکے اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، ایسا کرنے سے وہ اسے ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔'' (عقیدۃ التوحید فی فتح الباری، ص: ۳۳۳)

صحیح بخاری میں ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں خواب دیکھتا اور وہ مجھے مریض بنا دیتے، یہی شکایت ابوقتادہ سے بھی سنی کہ ان کے خواب ان کو بیمار کر دیتے ہیں، یہی سب باتیں تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
''اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں، جب تم میں کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے ایسے ہی شخص سے بیان کرے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ اور جب برا خواب دیکھے تو اس کے اور شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے۔ تین مرتبہ تھوتھو کرلے اور کسی سے بیان نہ کرے، ایسی صورت میں وہ ضرر رساں نہ ہوں گے۔'' (عقیدۃ التوحید فی فتح الباری، ص: ۳۳۳)

صحیح بخاری میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے کسی سے بیان نہ کرے اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''امام بخاری رحمہ اللہ نے نیک خواب کے جو آداب ذکر کیے ہیں ان کا ماحصل تین چیزیں ہیں: (۱) اس (نیک خواب) پر اللہ تعالیٰ حمد و ثنا کرنا۔ (۲) اس کو خوش آئندہ سمجھنا۔ (۳) اس کو محبوب و بھلے آدمی سے بیان کرنا، نہ کہ ناپسندیدہ اور شریر آدمی سے۔
مکروہ و ناپسندیدہ خواب کے جو آداب ذکر کیے اس کا ماحصل چار باتیں ہیں: (۱) اس کے اور (۲) شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنا۔ (۳) بیدار ہوتے ہی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکرنا۔ (۴) اور علی الاطلاق کسی سے بیان نہ کرنا۔
مصنف (امام بخاری) کے نزدیک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچویں چیز نماز بھی آئی ہے۔''
(عقیدۃ التوحید فی فتح الباری، ص: ۳۳۴)

''امام مسلم رحمہ اللہ کے ہاں چھٹی چیز بھی آئی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:
((وليتحول عن جنبه الذي كان عليه .))
''اسے چاہیے کہ اس پہلو کو بدل لے جس پر وہ تھا۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:
''بعض شروحات میں میں نے ساتویں چیز آیت الکرسی کا پڑھنا دیکھا ہے، مگر شارح نے بلا سند یہ بات کہہ دی ہے۔''
(مشتہی الخارف الجائی، ص: ۳۳۴)

## خواب کے متعلق صوفیوں کا موقف:

صوفیوں نے خواب کے سلسلے میں انتہائی غلو سے کام لیتے ہوئے

اسے حصول (علم) کا مصدر و ماخذ بنالیا ہے۔ حد یہ ہے کہ بیشتر صوفی طرق کی نشو و نما کسی شیخِ طریقت کے خواب ہی کی مرہون منت ہوتی ہے، جیسا کہ آپ اس کا مشاہدہ بھی کرتے ہوں گے۔ ان پیرانِ طریقت کا یہ باطل دعویٰ بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں کچھ دعاؤں اور نمازوں سے خصوصی طور پر باخبر فرمایا ہے۔ اسی قسم کی اور بھی الٹی سیدھی باتیں یہ لوگ کیا کرتے ہیں حاشا وکلا رسول اللہ ﷺ اللہ کے دین میں کسی کو بھی کوئی خصوصیت نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة: ۳]

''آج میں نے تمھارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر انعام بھرپور کر دیا اور تمھارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ میں عرفہ کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دین کو مکمل طور پر پہنچا دینے پر گواہی لی تھی اور کہا تھا: ''اے اللہ! تو ہی گواہ رہ۔''

دین کے تعلق سے ہر ضروری بات کو آپ ﷺ نے بیان فرما دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''میں نے تمھیں روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے، اس کی رات اس کے دن کے مانند ہے، ہلاک ہونے والا شخص ہی اس سے اعراض کر سکتا ہے۔''

اسی (ہلاک ہونے والوں کی فہرست) میں آپ ﷺ پر کتمان کی تہمت لگانے والا بھی آ جائے گا۔ اس قسم کی باتیں، مقام نبوت و رسالت اور انبیاء علیہم السلام کی خاص صفات: صدق و امانت اور تبلیغ سے ذرہ برابر میل نہیں کھاتیں۔

نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنے والا شخص جب آپ ﷺ کے حوالے سے کوئی شرعی فتوی دے گا تو اس پر اعتماد نہ کیا جائے گا، یہ اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے، ان باتوں سے تصوف کی حد درجہ ضلالت اور اس کے اندر ارکانِ ملت محمدیہ کے شیرازہ کو پارہ پارہ کرنے کی جو اسپرٹ پائی جاتی ہے ان کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہ تو آپ ﷺ کے متعلق صوفیوں کے خواب کی باتیں تھیں۔ بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جنھوں نے بیداری کی حالت میں آپ ﷺ کی رؤیت کا دعوی کیا ہے۔ حالانکہ یہ چیز جمہور صوفی و غیر صوفی اہل علم کے نزدیک ناممکن ہے۔

## شرعی اعتبار سے نیک خواب کا حکم:

غیر انبیاء علیہم السلام کا خواب اسی وقت قابل اعتماد ہو گا جب وہ نصوصِ شرعیہ جو ہر قسم کی تحریفات سے پاک اور محفوظ ہیں، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مدلّل ہو۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''غیر انبیاء کا خواب وحی صریح پر پیش کیا جائے گا اگر وہ اس کے مواقف ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ وہ قابل عمل نہ ہوگا۔'' (مدارج السالکین: ۱/۵۱)

ہاں، یہ ضرور ہے کہ ایسا اس صورت میں ہوگا جب معاملہ شرعی، دینی یا کسی امر کونی وقدری کے متعلق ہو لیکن معاملہ شرع اور سنت قدریہ کے مخالف نہ ہو تو سچے اور نیک خواب کا استئناس مرجحات کے ذریعے ہوگا۔ الہام کی بحث میں اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے اب یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

زبان حق ترجمان سے اسے خواب کا چھیالیسواں جز قرار دیے جانے سے اس کے بذاتہ حجت قائمہ ہونے پر دلالت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ حدیث نبویہ کا لفظ اس (کی حجیت) کے ضعف کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اگر خواب نیک ہو تو چھیالیس جز میں اس کی نسبت ایک جز کی ہے۔ اور حدیث میں اسے ''صادق'' کا نام دینے سے یہ مفہوم مستفاد ہوتا ہے کہ ''صدق'' اس کے لیے لازم اور ضروری نہیں۔

کیوں کہ لفظ ''صادق'' (بصیغۂ اسم فاعل) کے اندر اسی تجدد و حدوث اور انقطاع کا معنی پایا جاتا ہے جو فعل مضارع میں پایا جاتا ہے۔ ذیل کے چند اُمور کی بنا پر لفظ ''صادق'' (بصیغہ اسم فاعل) کو صفت مشبہ کا نام بھی نہیں دیا جاسکتا کہ جس سے اس کے دوام وثبوت پر دلالت ہو۔

(۱)...... یہ گزر چکا ہے کہ سیاق حدیث میں یہ ایسے لفظ کے ساتھ معروف ہے جو اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

(۲)......بعض روایات میں اضافہ ہے کہ ''نیک خواب نبوت کے چھہتر اجزاء میں سے ایک جز ہے۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی صداقت مرتبہ میں مختلف ہے۔

(۳)...... نبی کریم ﷺ نے اس کو مومن صالح کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ چیز، یعنی آدمی کی صالحیت خفیہ اُمور سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی حقیقت کا علم بندے کی باطنی کیفیت کی معرفت ہی کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی صالحیت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے کیوں کہ اس میں اپنے نفس کے تزکیے کا پہلو غالب ہے۔ ایسی صورت میں کیونکر اس کی خبر پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

(۴)......شاذ و نادر کبھی سچے خواب کافروں کو بھی دکھائی پڑ جاتے ہیں، جیسا کہ عزیز مصر اور یوسف علیہ السلام کے دو قیدی ساتھیوں کو دکھائی پڑے تھے۔

(۵)...... ہمارے خواب کی تعبیر قطعی نہیں ہوتی اس لیے کہ قطعیت صرف وحی کے ذریعہ ہوتی ہے اور وحی غیر انبیاء کو نہیں ہوتی اور ہم خواب کے صدق و کذب کو (عملاً) اس کے وقوع سے قبل جان بھی نہیں سکتے، لہٰذا اب ہماری تعبیر کے غیر قطعی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(۶)......لفظ ''صادقہ یا صالحہ'' کو صفت مشبہ اعتبار کرنا اصل کے خلاف ہے۔ (باقی آئندہ)











تعلیم وتربیت

# طہارت اور صفائی......دونوں میں ایک لطیف فرق

اُم عبد منیب

طہارت اور صفائی کے الفاظ ہمارے ہاں کسی چیز کے پاک اور صاف ستھرا ہونے پر بولے جاتے ہیں۔بعض اوقات طہارت کے لیےصفائی اورصفائی کے لیےطہارت کالفظ بھی بولا جاتا ہے۔ہمارے ہاں اُردودان طبقے میں صفائی کالفظ عام ہےلیکن طہارت بھی مستعمل ہے۔

ان دونوں الفاظ کومترادف استعمال کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ یہ بحث تو ایک طرف!اصل مسئلہ یہ ہے کہ شریعت صفائی ستھرائی اور طہارت میں بہت زیادہ فرق کرتی ہے۔دونوں کے استعمال کے مواقع اور مفہوم میں بھی بہت فرق ہے۔

صفائی کسی چیز کی ظاہری چمک دمک اوراس کے گردوغبار یا میل سے صاف ہونے کا نام ہے،خواہ وہ کسی نجس چیز ہی سے بنائی گئی ہو یا اس میں نجس اورحرام چیز ڈالی گئی ہو،جیسے:دورِحاضر میں یورپ میں بننے والی اکثرمصنوعات کے لیےنجس یاحرام چیزیں استعمال کی جاتی ہیں،مثلاً:عموماً مشروبات میں الکوحل کا استعمال،چمڑے کی چیزوں میں سور یا دیگر حرام چیزوں کے چمڑے کا استعمال،ہومیو پیتھک اور ایلو پیتھی کی بعض ادویات میں الکوحل کا استعمال وغیرہ۔

جب کہ طہارت ایک دینی اصطلاح ہےاورعربی زبان کالفظ ہے، جس کا مطلب ہےنجس یعنی پلید چیز سے پاک اورصاف چیز،یا جس چیز،جگہ،کپڑے،برتن یا جسم پرکوئی ناپاک چیز لگ جائے اس کے اثرات دورکرنے کے لیےشرعی طریقہ کےمطابق اسے صاف کرنا۔ طہارت کواُردو میں پاکیزگی یاپاکی بھی کہا جاسکتا ہے۔

طہارت کی اس شرعی تعریف کی رو سےطہارت شریعت کا اہم اور بنیادی حصہ ہے۔ادائے صلاۃ کےوقت مکمل طہارت ہونا فرض ہے، جب کہ طوافِ کعبہ اورتلاوتِ قرآن حکیم کےوقت مکمل طہارت ہونا مستحب ہے۔مکمل طہارت سےمراد باوضو ہونا ہے۔

اگروضو نہ ہولیکن جسم پاک ہے،لباس پاک ہےتو یہ بھی طہارت ہی کی حالت ہے،شریعت کی رُو سےمسلمان کا ہروقت طہارت کی حالت میں رہنا مطلوب ومقصود ہے۔طہارت عبادات کی کلید ہے،چنانچہ فرمانِ نبوی ہے:

((الطهور شطر الايمان .))

یعنی جسم اورلباس وغیرہ کا طاہر ہونا ایمان کا حصہ ہے۔

لفظ صفائی،طہارت کا مفہوم ادا کرنے سے قاصر وعاجز ہے۔

آیئے!طہارت اورصفائی کےفرق پرمزید غورکریں:

- طہارت کاتعلق ایمان سے ہے،صفائی کاتعلق مزاج سے ہے۔
- طہارت کا متضاد نجاست(پلیدی)ہے،صفائی کا متضاد میل کچیل ہے۔
- طہارت کے لیےپانی نہ ملےتو مٹی سےاستنجا،وضواورغسل کرسکتے ہیں،صفائی کے لیےپانی ہی کام آتا ہے۔
- طہارت کے لیےغسل کرتے ہوئے بدن کے ہرحصے پر پانی بہانا فرض ہےاگرکوئی جگہ خشک رہ جائےتو(پاکی)طہارت حاصل نہیں ہوتی،جب کہ صفائی کے لیےایسی کوئی شرط نہیں ہے۔
- کپڑوں پراگرنجاست نہ لگی ہووہ پاک اورطاہرہوں توانھیں پہنے ہوئے نماز ادا کرسکتے ہیں،تلاوت قرآن حکیم کی جاسکتی ہے، طواف بھی کرسکتے ہیں،خواہ بظاہران پرکتنے ہی داغ دھبے لگے ہوں۔اس کے برعکس صفائی کے لیےان کے داغ،دھبےاورمیل

دور کرنا لازمی ہے۔

- طہارت نہ ہوتو عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ عذاب ہوتا ہے،جیسا کہ آپ نے قبر میں عذاب دیے جانے کا سبب پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا بتایا تھا،اس کے برعکس صفائی نہ ہوتو اس پر کسی قسم کی کوئی وعید نہیں ہے۔
- طہارت عبادت ہے اور صفائی نفاست وسلیقہ کی آئینہ دار۔
- طہارت کی رُو سے کسی انسان کا، حلال جانور کا اور بلی کا جو عموماً گھروں میں بھی آتی رہتی ہے ، ان سب کا جھوٹا ناپاک نہیں ہوتا، جب کہ بعض صفائی پسند لوگ کسی کا بھی جھوٹا نہیں کھاتے۔
- طہارت کی رُو سے اگر مکھی کھانے میں گر جائے تو مکھی کو (مائع چیز ہونے کی صورت میں ) پورا ڈبو کر باہر پھینکنے پر وہ کھانا کھایا جاسکتا ہے، جب کہ صفائی پسند مزاج کو ایسا کرنا اچھا نہیں لگے گا۔
- طہارت کے اُصول ومسائل جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے ، یعنی وہ کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ کب طہارت حاصل کرنا فرض ہے؟ کن حالتوں کے بعد غسل اور کن حالتوں کے بعد وضو کرنا طہارت کے لیے واجب ہے، طاہر اور مطہر پانی کون سا ہوتا ہے؟ وغیرہ، جب کہ صفائی کے لیے ہمارا مزاج ہمیں اُکساتا ہے۔
- طہارت بروقت (یعنی ناپاکی کی حالت کے بعد) حاصل کرنا فرض ہے اور اس میں بلا عذر تاخیر کرنا جرم ہے، جب کہ صفائی میں جس قدر چاہے تاخیر کرلیں شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- طہارت پر صفائی کو فوقیت دینا ایک شرعی جرم اور نقطہ نظر کی خرابی ہے۔ ایک مسلمان کو بہرحال طہارت کو ہی فرض سمجھنا اور اسے صفائی کے مقابلے میں اہم سمجھنا چاہیے ،جب کہ دورِ حاضر کا جدید طبقہ صفائی کوطہارت پر فوقیت دیتا ہے۔

طہارت کی تحقیر کیے بغیر یا اسے صفائی سے کم تر سمجھے بغیر صفائی کا اہتمام کرنا مستحسن ہے۔خود رسول اکرم ﷺ نے صفائی کو بھی پسند کیا ہے، چنانچہ لوگ جمعہ پڑھنے آگے تو گرمی میں پسینہ آتا، کپڑوں میں بو پیدا ہو جاتی، آپ ﷺ نے حکم دیا:

''اگر گنجائش ہوتو روزانہ استعمال کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لیے کپڑے الگ بنا لو۔'' (سنن ابی داود،حدیث نمبر: ۱۰۷۸۔سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر:۱۰۹۵)

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو میلے کپڑوں میں دیکھ کر فرمایا:

''کیا اس سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے میلے کپڑے ہی صاف کرلے۔''(مشکاۃ:۴۳۵۱۔سنن نسائی،مسند احمد)

صفائی میں مبالغہ کرنے یا اسے طہارت کی طرح لازمی سمجھ لینے سے متعلق بعض اُمور ہمارے معاشرے میں بھی رائج ہیں، مثلاً:

- بغیر استری کیے لباس پہننے سے گریز کرنا۔
- ذرا سا بھی داغ دھبہ لگ جائے تو وہ لباس نہ پہننا۔
- زمین پر لیٹنے ، بیٹھنے اور زمین پر کھانا کھانے کو برا سمجھنا، جب کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول یہی تھا۔
- زمین پر گری ہوئی کھانے کی چیز کو پھینک دینا بلکہ بعض لوگ میز، دسترخواں یا کپڑے پر گری ہوئی چیز کو بھی اُٹھا کر کھانا پسند نہیں کرتے حالانکہ یہ وہ چیزیں ہوتی ہیں جو اس طرح بالکل گرد آلود نہیں ہوتیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ خوراک کا جو ریزہ زمین پر گر جاتا اسے اُٹھا کر صاف کر کے کھا لیتے تھے۔
- بعض لوگ جب تک صابن سے ہاتھ نہ دھوئیں انھیں تسلی ہی نہیں ہوتی کہ یہ پاک ہوگئے ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ صرف پانی سے ہاتھ صاف کر لیتے ،اگر استنجا کرنے یا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے ہوتے یا چکنائی صاف کرنا ہوتی تو انھیں زمین پر رگڑ کر صاف فرما لیتے۔
- کسی کا جھوٹا کھانے یا کسی کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے سے گریز کرنا ، جب کہ رسول اللہ ﷺ دوسروں کے ساتھ بیٹھ کر کر

ایک ہی برتن میں کھانا کھالیا کرتے تھے۔

- کھانا کھا کر برتن یا انگلیاں چاٹنے میں عار سمجھنا، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ چاٹ لینے سے برتن دعائیں دیتا ہے۔
- جن پھلوں کے چھلکے کھائے جا سکتے ہیں ان کے موٹے موٹے چھلکے اُتار کر پھینک دینا جیسے: امرود، سیب، ناشپاتی وغیرہ۔
- چھلکے اُتارتے ہوئے کھانے کا بہت سا حصہ چھلکے کے ساتھ پھینک دیا جاتا ہے، جیسے: تربوز، خربوزہ وغیرہ، یا آم کی گٹھلی اور چھلکے اور کھجور کی گٹھلی اچھی طرح صاف نہ کرنا ...... حالانکہ جس طرح برتن کی صفائی کی طرح سبزی یا پھل کا قابل استعمال حصہ بھی چھلکوں سے صاف کر کے کھالینا چاہیے۔
- گوشت دھوتے اور صاف کرتے ہوئے اکثر قابل استعمال حصوں کو کاٹ چھانٹ کر پھینک دیا جاتا ہے، حالانکہ شکرانِ نعمت کا تقاضا ہے کہ اسے بھی پکالیا جائے۔
- داغ لگ جانے والے یا رنگ پھیکا پڑ جانے والے کپڑے ردی کر دیے جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہ کہا جاتا ہے کہ تمھارا فلاں کپڑا داغی ہوگیا ہے یا اس کا رنگ پھیکا پکڑا گیا ہے اب اسے ردی کر دو، جب کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کپڑوں کو سترہ سترہ پیوند لگا کر بھی استعمال کرتے رہتے تھے۔
- گلاس میں پانی ہونے کے باوجود اسے صرف اس لیے گرا کر پینے کے لیے اور پانی لیا جاتا ہے کہ اسے پہلے کوئی دوسرا پی چکا ہوتا ہے، یہ بھی پانی جیسی نعمت کا ضیاع ہے۔
- ڈبہ بند چیزوں کو کھلی اور فطری چیزوں پر صرف صفائی پسندی کی وجہ سے بلاوجہ ترجیح دی جاتی ہے۔ حالانکہ کمانے کے چکر میں آج کل حرام حلال کا خیال رکھنا ایک فضول کام سمجھا جاتا ہے، لہٰذا اکثر مصنوعات تیار کرنے والے بعض کام ایسے کرتے ہیں جو جائز نہیں ہوتے، مثلاً:
- حلال اور حرام جانوروں کی ہر قسم کی ہڈیاں کوڑا کرکٹ، ہسپتال اور ذبح خانے سے لے جانا اور انھیں مختلف کیمیائی طریقوں سے گزار کر مختلف چیزوں میں ڈالنا۔
- الکوحل شامل کرنا۔
- حلال و حرام جانوروں کے چمڑے سے کوٹ، بیگ اور تمام چمڑے کی چیزیں بنانا۔
- حرام کپڑوں اور جانوروں کا دواؤں میں اور میک اَپ کی چیزوں میں استعمال، جیسے: سور کی چربی، بندر یا چوہوں کے جسم کے مختلف اجزاء وغیرہ۔

یاد رہے کہ ہماری تہذیب پر اس وقت مغربیت کا غلبہ ہے، وہ ہر چیز کو جراثیم، میل اور ملاوٹ سے پاک رکھنا چاہتے ہیں اور اس کے متعلق خودساختہ سخت قوانین بھی بنا رکھے ہیں لیکن مختلف جانوروں سے لگاؤ بھی رکھتے ہیں اور پھر انھی کے گوشت، چربی، ہڈیوں اور چمڑے سے چیزیں بھی تیار کرتے ہیں۔ وہ لوگ جنابت اور حیض و نفاس کا غسل تک نہیں کرتے، کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ غرض وہ قوم صفائی پسند تو غضب کی حد تک ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ناپاک اور پلید چیزوں کی رسیا اور طہارت سے خار بھی رکھتی ہے۔ جب کہ ہمیں تو یہ دعا سکھائی گئی ہے۔

"اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین."

''اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور بہت زیادہ طہارت کا خیال رکھنے والوں میں سے بنادے۔''

اور توّاب و مطہر لوگ صرف انبیاء کرام علیہم السلام اور اہل ایمان ہی ہیں۔



**خدمات اهل حديث**

# برصغیر میں ناشرانِ قرآن وسنت

(مولانا) ابراہیم خلیل، حجرہ شاہ مقیم، اوکاڑا

اس عنوان پر راقم کے دو مضمون ہفت روزہ الاعتصام میں چھپ چکے ہیں؛ ایک مولانا سید الطاف حسین اور دوسرا مولانا عبدالتواب ملتانی پر تھا۔ چونکہ راقم کو پرانی مطبوعہ کتب تلاش کرنے اور ان پر کام کرنے کا خاص شغف ہے، اس لیے ایسے اشخاص کے تجسس میں رہتا ہوں جنھوں نے گزشتہ صدی میں قرآن وسنت کی کسی بھی حوالے سے خدمت کی ہے۔

پیشِ نظر تحریر میں دو ایسی شخصیات کی خدمات کا تذکرہ مقصود ہے جن کے نام کے سوا مجھے لکھنے کو کچھ نہیں مل سکا۔ البتہ قرآن وسنت اور عمل بالحدیث کی اشاعت کے لیے ان کی خدمات کے چند شاہکار آپ کے پیش خدمت ہیں۔ ان شخصیات کے اسمائے گرامی ''حافظ بہادر دین'' اور ''محمد دتو'' ہیں۔

یہ دونوں لاہور کے رہائشی تھے۔ ''مطبع محمدی'' کے نام سے ایک پریس لگا رکھا تھا جس میں بہت سی کتب طبع ہوتی رہی ہیں، البتہ ان کا اپنا ذوق ایسی کتب کی اشاعت کرنا تھا جو مسلک محدثین کی تائید اور عمل بالحدیث کی اشاعت کا ذریعہ ثابت ہوں۔ توحید کے عنوان پر خصوصی توجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ چند ایسی کتب کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو ان کے زیر اہتمام اشاعت پذیر ہوئیں۔

۱:۱ **الدرر النضيد في اخلاص كلمة التوحيد**: یہ مختصر مگر نہایت جامع رسالہ محدثِ یمن علامہ شوکانی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۱۲۹۴ھ میں میاں محمد دتو کے زیر اہتمام بہ فرمائش حافظ بہادر دین طبع ہوئی۔ اصل عربی متن میں ہے اور حواشی پر فارسی ترجمہ ہے جس کے متعلق اخبار اہل حدیث امرتسر (جلد: ۳۱، شمارہ: ۱۸) میں لکھا ہوا ہے کہ یہ ترجمہ مولانا علی محمد ایم اے بمبئی نے کیا ہے۔ یہ کتاب توحید کے عنوان پر بہت عمدہ کتاب ہے۔

۲: **درجات الصاعدين الي مقامات الموحدين**: اصل کتاب عربی زبان میں حاشیہ پر ہے اور ترجمہ اُردو متن میں ہے۔ یہ کتاب حافظ محمد بہادر دین (تاجر کتب محلّہ کندیگراں) کی فرمائش سے باہتمام محمد دتو، مطبع محمدی لاہور سے طبع ہوئی۔ مصنف اور مترجم کے نام نہیں مل سکے۔ ❶

۱:۳ **العقيدة الواسطية**: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ منشی قادر بخش کی فرمائش سے باہتمام محمد دتو ۱۲۹۵ھ میں مطبع

❶ ...... یہ کتاب علامہ محمد بن احمد الحفظی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے۔ آپ کی یہ کتاب مکتبہ المعلا (کویت) سے ابوسعید عمر بن غرامہ العمروی کی تحقیق سے بھی چھپ چکی ہے۔ سن طباعت ۱۴۰۷ھ ہے۔ علامہ صاحب موصوف کا سن پیدائش آپ کے والد علامہ احمد الحفظی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر کے مطابق ۱۱۷۶ھ ہے۔ آپ کا مولد ''رجال ألمع'' جو المملكة السعودية العربية کے صوبہ عسیر کا ایک علاقہ ہے۔ اپنے والد علامہ احمد الحفظی بن بکری، عبدالرحمٰن بن سلیمان الاہدل اور محمد بن عبدالہادی بن بکری جیسے اعیان سے حصول علم کیا۔ ابتدا میں اپنے والد اور دیگر اہل علم رشتہ داروں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، بعد ازاں یمن اور حضر موت وغیرہ مختلف بلاد کے سفر کیے۔ سب سے زیادہ استفادہ یمن میں علامہ الشیخ عبدالرحمٰن الأہدل الیمانی الزبیدی سے کیا۔ تحصیل علم کا یہ سفر آپ کی زندگی کے دس سالوں پر محیط ہے۔ اس کے بعد جب اپنے شہر ''رُجال'' پہنچے تو آپ کی شخصیت علوم دین اور لغت میں سند کی حیثیت حاصل کر چکی تھی۔ امیر سعود بن محمد رحمہ اللہ نے >>>

محمدی لاہور سے طبع ہوئی۔متن میں اصل عربی ہے اور حواشی میں فارسی ترجمہ ہے۔

**۴: الفرقان بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان**: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف میں سے ہے۔۱۲۹۵ھ میں حافظ بہادر دین تاجر کتب کی فرمائش اور محمد دتو صاحب کے اہتمام سے مطبع محمدی میں طبع ہوئی۔ اخبار اہل حدیث امرتسر (جلد:۳۱،شمارہ:۲۵، مجریہ ۲۷/اپریل ۱۹۳۴ء) کے مطابق زمیندار اخبار کے مدیر مولانا غلام ربانی نے اس کا ترجمہ اُردو زبانی میں کیا تھا۔

**۵: جزء القراء ة خلف الامام**: یہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ امام ہمام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔اس کے ساتھ ''جزء رفع الیدین'' بھی ہے۔یہ دونوں کتابیں مولانا فقیر اللہ مدراسی رحمہ اللہ کے ایما پر مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۳ھ طبع ہوئیں۔

**۶: الظفر المبين في رد مغالطات المقلدين**: یہ معرکہ آرا کتاب سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے تلمیذ شہیر مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جس میں فقہ حنفی کے مسائل کا حدیثِ رسول ﷺ سے تقابل کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ فقہ کے یہ مسائل حدیث کے خلاف ہیں۔یہ کتاب مولانا فقیر اللہ خوشابی رحمہ اللہ کے حسبِ حکم مطبع محمدی لاہور سے طبع ہو کر منصۂ شہود پر آئی۔

**۷: الفوائد المجموعه في بيان احاديث الموضوعة**: یہ کتاب علامہ شوکانی کی تصنیف ہے جو ۱۲۲۳ھ میں لکھی گئی ہے اور سب سے پہلے یہ ۱۲۷۲ھ میں دہلی سے طبع ہوئی تھی جس میں بہت سی غلطیاں رہ گئیں تھیں۔دوبارہ یہ کتاب محمد دتو کے مطبع محمدی لاہور سے باہتمام تاجر کتب علامہ فقیر اللہ مدراسی و خوشابی طبع ہوئی۔اس کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا، چنانچہ کتاب کے آخری صفحے (ص:۲۰۰) پر اس کی حقیقت لکھی گئی ہے، ملاحظہ کیجیے:

"ان هذا الكتاب قد انطبع من قبل في البلدة الدهلي ولكن لم يلتفت الى الصحة احد عند الطبع وكان مملوء بالاغلاط ومحشوا بالاسقام، فاردت ان اجهد في الصحة مرة ثانية فشمرت في اهتمام طبعه عن ساق الجد، وقد اهتم بتصحيحه المولوى ابو عبدالكريم محمد حسين اللاهوری مطابقا

>>> آپ کی علمی شہرت کے پیشِ نظر آپ کو آپ کے والد قاضی علامہ احمد الحفظی کا نائب اور ان کی وفات کے بعد قاضی مقرر کر دیا۔علامہ صاحب موصوف مرجع خلائق تھے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے جب توحید کے پرچار کے لیے دعوت عام کا آغاز کیا تو علامہ محمد الحفظی بہت متاثر ہوئے اور اس تحریک کی کامیابی کے لیے قولاً و عملاً بھرپور کردار ادا کیا، چنانچہ آپ بہ نفس نفیس ''درعیہ'' امیر سعود الکبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس تحریک سے وابستگی کا اظہار کیا۔شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور پیغام کو عام کرنے کے لیے آپ نے تقریباً اڑھائی سو سے زائد اشعار کا ایک طویل قصیدہ بہ نام ''الارجوزة الجامعة فی بیان دعوة الشیخ محمد بن عبدالوهاب'' لکھا۔چند اشعار ملاحظہ فرمایئے جن سے آپ کی شیخ الدعوۃ کے ساتھ والہانہ عقیدت کا اظہار ہوتا ہے ۔

لما دعا الداعي من المشارق — بأمر رب العالمين الخالق
وبعث اللّٰه لنا مجددا — من أرض نجد عالما مجتهدا
شيخ الهدى محمد المحمدي — الحنبلي الأثري الأحمدي

عقیدہ، لغت اور تاریخ میں کچھ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔علامہ محمد الحفظی کی وفات ۱۲۳۷ھ میں ہوئی۔(حماد الحق نعیم)

بالنسخة التی حصلت من ید المولوی محمدحسین البتالوی المحدث لفظابلفظ وکتبه المولوی محمد یاسین اللاهوری . "

۸: **موضوعات کبیر**: از ملاعلی قاری رحمہ اللہ۔ یہ اہم کتاب بھی ۱۳۵۲ھ میں اسی مطبع سے طبع ہوئی۔

آخر پر ایک علمی دستاویز کا تذکرہ مقصود ہے جس کا نام ''رسالہ نجاتیہ'' ہے:

۹:**رسالہ نجاتیہ** : اس کے مصنف علامہ محمد فاخرزائرالہ آبادی (م۱۱۶۴ھ ) ہیں۔ یہ رسالہ عقائد سلف اور عمل بالحدیث کی توضیح میں بے مثل ہے۔ سب سے پہلے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (م۱۳۰۷ھ ) نے اس کا ترجمہ کرکے ''المعتقد المنتقد'' میں شائع فرمایا۔اس کے متعلق ''اتحاف النبلاء'' میں لکھتے ہیں:

''رسالہ نجاتیہ للشیخ الفاضل المحدث محمد فاخر المتخلص بہ زائر الالہ بادی المتوفی ۱۱۶۴ھ مختصر یست درعقائد بزبان فارسی موافق اہل حدیث اولہ بعداز تحامدے بے انتہا جناب کبریاء تعالت آلاؤہ تالیفش در ۱۱۴۱ھ ،۱۱۶۱ھ دربلدہ اسلام آباد عرف چاٹگام از بلاد شرقیہ کہ سرحد سلطنت ہند است اتفاق افتاد۔'' (ص:۸۴)

بعدازاں نواب صاحب نے اصل فارسی متن کو اپنی ایک فقہ الحدیث کی کتاب ''النهج المقبول من شرائع الرسول'' (فارسی ) کے شروع میں طبع بھی کرادیا اور اپنے خاص طریقہ کے مطابق درمیان میں کہیں کہیں بطور تعلیق اضافے بھی کیے، چنانچہ ''النهج المقبول'' کے دیباچے میں لکھا گیا ہے:

''افزودم براں مسائل فقہ وحدیث عقائدرااز''رسالہ نجاتیہ'' تالیف امام اہل اتباع شیخ محمد فاخر زائر الہ آبادی رحمہ اللہ بازیادت۔'' (عقائدسلفیہ،ص:۶)

نواب صاحب کے بعد اس رسالہ کا اصل فارسی متن مطبع محمدی سے حافظ بہادر دین کے اہتمام سے محمد دتو کے پریس میں اشاعت پذیر ہوا جو میری لائبریری میں موجود ہے،اس کے آخری الفاظ ملاحظہ کیجیے:

''تمام شد رسالہ نجاتیہ درعقائد اہل حدیث تصنیف اسوۂ متورعین عمدۃ المحدثین حضرت حاجی شیخ محمد فاخرالمتخلص بہ زائرابن قطب الاقطاب محبوب رب الارباب واقف اسرار اللہ الہادی حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بخوب اللہ الہ آبادی قدس سرہما،فقط۔'' (ص:۱۲)

یہی رسالہ ہے جس کا اُردو ترجمہ کرنے کا شرف حضرت العلام حافظ محمد اسحاق حسینوی رحمہ اللہ کو حاصل ہوا اور جمعیت اہل حدیث لاہور کے اہتمام سے ۱۹۵۶ء میں دین محمدی پریس سے طبع ہوکر منصۂ شہود پر آیا، فجزاهم الله احسن الجزاء۔

۱۰:**التحف في الارشاد الي مذهب السلف**:عقائد کے عنوان پر حافظ بہادر دین اور محمد دتو رحمہما اللہ نے کئی دیگر قیمتی رسائل بھی شائع فرمائے تھے جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔یہ رسالہ بہ عنوان ''اجراء الصفات علی ظاهرها من غير تأويل'' علماء مکہ معظّمہ کے ایک سوال کے جواب پر امام شوکانی کا تصنیف فرمودہ ہے۔اس کا اصل عربی متن شائع کیا اور اس کے ملحق ہی ایک سوال کا جواب ہے جو علامہ محمد بن نصر حازمی کا تحریر کردہ ہے اور عقیدہ سلف کی بہترین وضاحت کرنے والا ہے۔

# فهرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

۹۔محمد علی مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۹)

۱۰۔محمد یعقوب مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۱۰)

۱۱۔محمد یعقوب مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۱۱)

۱۲۔محمد یعقوب مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۱۲)

۱۳۔خواجہ غلام الثقلین۔صحیفہ رحمانیہ(۱۳)

۱۴۔عبدالغفار، مولانا لکھنوی۔صحیفہ رحمانیہ(۱۴)

۱۵۔محمد یعقوب مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۱۵)

۱۶۔محمد انور حسین۔صحیفہ رحمانیہ(۱۶)

۱۷۔محمد اسحاق مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ نمبر(۱۷)

۱۸۔محمد اسحاق مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۱۸)

۱۹۔یکے از متوسلین خانقاہ مونگیر۔صحیفہ رحمانیہ(۱۹)

۲۰۔محمد اسحاق مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۲۰)

۲۱۔محمد اسحاق مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۲۱)

۲۲۔محمد اسحاق مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۲۲)

۲۳۔محمد اسحاق مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۲۳)

۲۴۔محمد اسحاق مونگیری۔صحیفہ رحمانیہ(۲۴)

۲۹۷ء۸۹۳ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

م ل احتساب قادیانیت، جلد(۶)،ص: ۴۹۱۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ، ملتان۔

۱۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔غایت المرام۔

۲۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔تائید الاسلام

۳۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔مرزا قادیانی اور نبوت۔

۴۔پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ختم نبوت۔

۵۔پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔شناخت مجدد۔

۲۹۷ء۸۹۳ محمد علی مونگیری

م ل احتساب قادیانیت، جلد(۷)،ص: ۶۴۰۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ، ملتان۔

۱۔محمد علی مونگیری۔فیصلہ آسمانی در باب مسیح قادیانی۔تتمہ فیصلہ آسمانی۔(حصہ اول)

۲۔محمد علی مونگیری۔فیصلہ آسمانی۔(حصہ دوم)

۳۔محمد علی مونگیری۔فیصلہ آسمانی۔(حصہ سوم)

۴۔محمد علی مونگیری۔دوسری شہادت آسمانی۔

۵۔محمد علی مونگیری۔تنزیہ ربانی از تلویث قادیانی۔

۶۔محمد علی مونگیری۔معیار صداقت۔

۷۔محمد علی مونگیری۔حقیقت المسیح۔

۸۔محمد علی مونگیری۔تتمہ حقیقت المسیح۔

۹۔محمد علی مونگیری۔معیار المسیح۔

۱۰۔محمد علی مونگیری۔ہدیہ عثمانیہ وصحیفہ انواریہ۔

۱۱۔محمد علی مونگیری۔حقیقت رسائل اعجازیہ مرزائیہ۔

۲۹۷ء۸۹۳ ثناء اللہ امرتسری

ث ء ل احتساب قادیانیت جلد(۸)،ص: ۵۷۶۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ، ملتان۔

۱۔ثناء اللہ امرتسری۔الہامات مرزا۔

۲۔ثناء اللہ امرتسری۔ہفوات مرزا۔

۳۔ثناء اللہ امرتسری۔صحیفہ محبوبیہ۔

۴۔ثناء اللہ امرتسری۔فاتح قادیان۔

آپ کے علاقہ میں پچاس سال سے جاری حفظ قرآن کی قدیم درس گاہ

# مدرسہ مصباح القرآن شیش محل روڈ

میں

حضرت مولانا پروفیسر

# ثناء اللہ خاں حفظہ اللہ

خطیب جامع مسجد ربانی اہل حدیث، پونچھ روڈ، لاہور

# درس قرآن و حدیث

ان شاء اللہ ارشاد فرمائیں گے۔

مورخہ 5 مارچ 2014ء بروز بدھ (بعد نماز ظہر)

زیر صدارت مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

مدیر دار الدعوۃ السلفیہ / سرپرست ہفت روزہ الاعتصام لاہور

اہل اسلام سے بھرپور شرکت کی درخواست ہے۔

حافظ احمد شاکر (ناظم) واراکین دار الدعوۃ السلفیہ

مدرسہ مصباح القرآن نزد ہفت روزہ الاعتصام شیش محل روڈ لاہور فون: 042-37354406

## یہ راہبر

یہ راہبر ہیں کسی کو باخبر ہونے نہیں دیں گے
گزر جائے گی شب ، لیکن سحر ہونے نہیں دیں گے
مجھے محبوس رکھیں گے وہ وعدوں کی فصیلوں میں
کسی دیوار میں تعمیرِ در ہونے نہیں دیں گے
مجھے مامور رکھیں گے وہ بارش کی دعاؤں پر
مگر بوندوں سے میرا حلق تر ہونے نہیں دیں گے
مجھے محصور رکھیں گے عجب برزخ کے عالم میں
سفر کرنے نہیں دیں گے ، بسر ہونے نہیں دیں گے
وہ مجھ سے کام لیں گے دشت کو گلشن بنانے کا
مگر اک گل بھی میرے زیبِ سر ہونے نہیں دیں گے

(احمد ندیم قاسمی)